القول المختصر في الإمام المنتظر

مرکز معارف اسلامی
www.maarefislami.com

بسم الله الرحمن الرحيم

القول المختصر

فی

الامام المنتظر عج

ترتیب و ترجمه

مولانا سید محمد عدنان نقوی

پیشکش:

مرکز معارف اِسلامی

بقیة الله
خیر لکم إن کنتم مؤمنین

[1]

امام مہدیؑ کا تعارف

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہمارے بارہویں امام ہیں۔آپؑ کا اِسم مبارک ''محمد بن حسن عسکریؑ'' ہے۔آپؑ کی والدہ گرامی سیدہ نرجس سلام اللہ علیہا بادشاہِ روم کی بیٹی ہیں۔جو کہ نبی خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری شمعون الصفا کے پوتوں میں سے ہیں۔امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت 15 شعبان المعظم 255ھ میں عراق کے شہر سامراء میں ہوئی۔

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف، اپنے والد بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد اُن کے جانشین بنے۔اُس وقت آپؑ کی عمر مبارک 5 سال تھی۔آپؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کم سنی میں علم وحکمت سے نوازا گیا تھا۔کم عمری میں آپؑ کی مثال حضرت یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کی سی ہے۔جنہیں خدا نے بچپنے میں ہی حکمت و دانائی عطا کی تھی۔چنانچہ سورۃ مریم میں ارشاد باری ہے:

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ﴿۱۲﴾ ''اے یحیٰؑ! اِس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو، اور ہم نے اُنہیں بچپنے کی عمر میں ہی علم وحکمت سے نواز دیا تھا۔'' (سورۃ مریم)

طولِ عمر میں آپؑ کی مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے۔اُنہوں نے اپنی اُمت میں 950 سال گزارے۔اُن کا ذکر کرتے ہوئے خدا سورہ مبارکہ عنکبوت میں فرماتا ہے:

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَہُمُ الطُّوۡفَانُ وَ ہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ (اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر قوم کو طوفان نے اپنی گرفت میں لے لیا کہ وہ لوگ ظالم تھے۔)

ابوالقاسم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سب سے مشہور کنیت ہے۔اِس کے علاوہ ابوصالح اور ابوجعفر بھی آپؑ کی کنیتیں ہیں۔اِسی طرح آپؑ کے سب سے مشہور اور کثرت کے ساتھ استعمال ہونے والے القابات ''مہدی اور قائم'' ہیں۔

آپؑ کے بابا عرب اور خاندانِ بنی ہاشم ہیں جب کہ والدہ رومیہ ہیں۔اِس لیے آپؑ کے شمائل مبارکہ بین بین ہیں۔یعنی آپؑ میں اہل شرق وغرب دونوں کے خصائل وشمائل موجود ہیں۔لہٰذا جو بھی آپؑ کو دیکھے گا آپؑ سے مانوس ہو جائے گا۔چاہے اُس کا تعلق کسی بھی گروہ سے ہو۔

کیونکہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ آپؑ کے ظہور کے بعد ہر کوئی آپؑ کی زیارت کے بعد کہے گا۔ایسا لگتا ہے کہ میں نے آپؑ کو پہلے کہیں دیکھا ہے۔

[2]

امامؑ کی غیبت

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آلِ اطہار کے نور کو بھیج کر نوعِ بشری پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزیرہ نما عرب میں تشریف لائے اور آپؐ پر سلسلہ نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوا۔ لوگ اپنے معاملات کے سلسلہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے مسائل کا حل دریافت کرتے۔ جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنا ہوتا تو وہ آپؐ کے بیت الشرف یا مسجد میں جاتا اور آپؐ سے بالمشافہ ملاقات کر لیتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد مولا امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے آئمہ اطہار علیہم السلام خلقِ خدا کی ہدایت و رہبری کی ذمہ داری انجام دیتے رہے۔ آئمہ اطہارؑ سے ملنا اور ملاقات کرنا نہایت ہی آسان تھا۔ لوگ آئمہ اہل بیتؑ کی خدمت میں آتے اور اُن سے دینی و دنیوی اُمور کے بارے میں رہنمائی لیتے اور مختلف علوم کا استفادہ کرتے۔ یہ سلسلہ عباسی دورِ حکومت کی ابتداء تک بدستور جاری رہا۔ کیونکہ عصر عباسی کی ابتداء میں بعض عباسی خلفاء نے آئمہ اہل بیتؑ پر شدید نظر بندی اور اُنہیں گھر میں ہی محصور کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اُنہوں نے امامؑ سے ملاقات پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حالات میں کشیدگی آتی گئی۔ یہاں تک کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا دور امامت شروع ہوا۔ اِس زمانے میں پہلے کے مقابلہ میں زیادہ شدت دیکھنے میں آئی۔ اِس لیے امامؑ کے ساتھ رابطہ اور بھی مخفی انداز سے کیا جانے لگا۔ بعدازیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبتِ صغریٰ کا دور شروع ہوا۔ عباسی حکومت مسلسل آپؑ کی تلاش میں رہی جیسے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں تھا۔

اُس وقت امام علیہ السلام سے رابطہ اُن سفراء کے ذریعے ہوتا کہ جنہیں امامؑ نے خود معین فرمایا تھا۔ جب چوتھے نائبِ خاص کی وفات ہوئی۔ تو اُس کے بعد غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہو گیا جو کہ آج تک برقرار ہے۔ اِس کی تفصیل کچھ اِس طرح ہے:

غیبتِ صغریٰ: امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے 260ھ میں غیبتِ صغریٰ کا آغاز ہوا اور آپؑ کے بعد امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی امامت کا دور شروع ہوا۔ اُس وقت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی عمر مبارک تقریباً 5 سال تھی۔ غیبتِ صغریٰ کا سلسلہ 329ھ یعنی تقریبا 70 سال تک چلا۔ اور چوتھے نائبِ خاص کی وفات سے غیبتِ کبریٰ کا آغاز ہوا۔

غیبتِ صغریٰ کے زمانے میں امامؑ کی رہائش کے بارے میں صرف آپؑ کے خاص موالیوں اور مقربین کو ہی علم تھا۔ لہٰذا امامؑ کے ساتھ رابطہ کچھ خاص افراد کے ذریعہ ہوتا کہ جنہیں امامؑ نے خود منتخب فرمایا تھا۔ اُن سے ہٹ کر امامؑ کے ساتھ ملاقات، یا رابطہ ممکن نہیں تھا۔ لوگ اپنے سوالات لکھ کر اُن کے حوالے کرتے اور وہ امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیتے۔ امامؑ اُن کے جوابات لکھ کر دیتے تو اُنہیں متعلقہ شخص کو ارسال کر دیا جاتا۔

اُن خاص افراد کو 'سفراء' کہا جاتا ہے۔ وہ چار اشخاص تھے جو اُس عرصہ میں فرداً فرداً امامؑ کی نیابت میں اس اہم ذمہ

داری کو انجام دیتے رہے۔اُن کے اَسماءِ گرامی ترتیب وار یوں ہیں:

پہلے سفیر: ابو عمرو عثمان بن سعید العمری الاسدی رضی اللہ عنہ۔

آپؓ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نیابتِ خاصہ سے پہلے آپؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل تھے۔

دوسرے سفیر: ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری رضی اللہ عنہ۔

تیسرے نائب: ابو القاسم حسین بن روح نوبختی رضی اللہ عنہ۔

چوتھے نائب: ابو الحسن علی بن محمد السمری رضی اللہ عنہ۔

اِن سفراء کی سفارت کے اختتام پر امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی جانب سے توقیع صادر ہوئی۔ جس میں لوگوں کو بتایا گیا کہ غیبتِ صغریٰ ختم ہو چکی اور اَب غیبتِ کبریٰ کا آغاز ہو گیا ہے۔ یوں امامؑ اچانک اور ایک دم سے اپنے شیعوں اور حبداروں سے جدا نہیں ہوئے۔ بلکہ 70 سال تک بالواسطہ رابطہ برقرار رہا۔ چوتھے سفیر خاص کی وفات سے غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا اور امامؑ کے ساتھ سفراء کے ذریعہ رابطے کا سلسلہ منقطع ہوا۔

غیبتِ کبریٰ: امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کا دنیا میں آنے کا مقصد یہ نہیں کہ آپؑ غیبت میں رہیں۔ بلکہ آپؑ کی تخلیق کا اَصل ہدف تو یہ ہے کہ آپؑ اپنے شیعوں اور انصار کے درمیان موجود ہوں، دین و رسالتِ الٰہیہ کی تبلیغ کریں اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کریں۔لیکن امام علیہ السلام کے ظہور کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوامل اور اسباب ختم ہوں کہ جو آپؑ کی غیبت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور کچھ اَسباب پر موقوف ہے۔جن میں سب سے اہم اور بنیادی سبب انصار کی عدم موجودگی، یا کم تعداد میں ہونا ہے۔اِسی طرح چند اہم اسباب یہ ہیں:

1 **تمام غیر الٰہی افکار کو بے نتیجہ ثابت کرنا۔** مثلاً یہ جو کہا جاتا ہے کہ سوشلزم، کمیونزم اور کیپٹلزم کے ذریعہ لوگوں میں عدل و انصاف کا قیام ممکن ہے۔تو امامؑ کی غیبت اِس لیے ہے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں کہ یہ افکار درست اور نتیجہ خیز نہیں۔ بلکہ اَصل راہِ حل وہی ہے جو امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی صورت میں خدا کی طرف سے پیش کردہ ہے۔

2 **خالص مومنین کا انتخاب۔** تاکہ خبیث و طیب الگ الگ ہو جائیں اور وہی باقی رہے جس کا ایمان مضبوط اور یقین قوی ہو۔لہذا غیبت کا ایک فلسفہ مریض دل افراد کو علیحدہ کرنا بھی ہے۔

3 **سمع و طاعت۔** یعنی غیبت کا عرصہ گزرنے اور ظہور کی نعمت ملنے کے بعد امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی اہمیت کا احساس ہونا۔تاکہ آپؑ کے ہر فرمان کو تسلیم کیا جائے۔

یہاں غیبت کی مصلحت بیان کرنے کے لیے چند عناصر کا انتخاب کیا گیا ہے۔اِس کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں۔ جیسے لشکر کی تیاری، لوگوں کو امامؑ کی حکومت کے لیے آمادہ کرنا اور اِس عظیم انقلاب کے لیے راہ ہموار کرنا۔غیبت کے اِس عرصہ میں ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کریں۔ جو کہ قرآن اور آپؐ کی سنتِ مبارکہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔اِسی کے ذریعہ ہم اپنے ہدف یعنی امام زمانہؑ کے ظہور کی سعادت کو پا سکتے ہیں۔

[3]

امام عج کہاں ہیں؟

بے شک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خدا کے فضل وکرم سے زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں۔آپؑ ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاتے ہیں۔اور اپنے فرائض واعمال کو انجام دیتے ہیں۔جیسا کہ ہم زیارت آل یس میں پڑھتے ہیں۔جو کہ علماء کے نزدیک نہایت معتبر زیارت ہے۔اُس میں آیا ہے:

''آپؑ پر سلام ہو کہ جب آپؑ کھڑے ہوتے ہیں۔آپؑ پر سلام ہو کہ جب آپؑ بیٹھتے ہیں۔آپؑ پر سلام ہو کہ جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اُس کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔آپؑ پر سلام ہو کہ جب نماز پڑھتے ہیں اور قنوت کرتے ہیں۔آپؑ پر سلام کہ جب رکوع وسجود کرتے ہیں۔آپؑ پر سلام ہو کہ جب تہلیل وتکبیر کہتے ہیں۔آپؑ پر سلام ہو کہ جب حمد واستغفار کرتے ہیں۔آپؑ پر سلام کہ جب صبح وشام آتی ہے۔''

ان کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، ہر سال حج کرتے ہیں اور اپنے آباءِ طاہرین اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ولادت سے لے کر اب تک اِسی زمین پر رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اور بوقتِ ظہور بھی آپؑ کچھ خاص مقامات پر سکونت پذیر ہوں گے۔مختلف زمانوں میں آپؑ کی سکونت کے بارے میں جو معلومات موصول ہوئی ہیں۔وہ کچھ یوں ہیں:

1 غیبت سے پہلے والا زمانہ:

یہ تو سب پر واضح ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ولادت باسعادت سامراء میں ہوئی۔اور آپؑ اپنے والدِ بزرگوار کی شہادت تک سامراء میں ہی رہے۔جنابِ حکیمہ سلام اللہ علیہا نے آپؑ کو اُسی گھر میں دیکھا کہ جس میں آپؑ کی ولادت ہوئی۔ایسے ہی احمد بن اِسحاق اور کچھ دوسرے افراد نے بھی وہاں آپؑ کی زیارت کی۔(بشارۃ الاسلام: 127، کتاب الغیبہ: 165)

جنابِ ابوالادیان اور جناب جعفر نے بھی آپؑ کو اُسی گھر میں دیکھا جبکہ آپؑ نے اپنے بابا کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

غیبتِ صغریٰ کا زمانہ:

اِس عرصہ میں ہمیں روایات میں ایسا کچھ نہیں ملا۔جس سے معلوم ہو سکے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف نے اِس عرصہ میں کس جگہ رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔جو کہ تقریباً 74 سالوں پر محیط ہے۔باوجود اِس کہ سامراء میں آپؑ کے والدِ بزرگوار کا گھر موجود تھا۔

اگرچہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو وہاں دیکھا گیا۔مگر اِس پر دلیل کوئی نہیں کہ آپؑ کی سکونت بھی وہاں پر تھی۔

بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپؑ عراق میں سکونت پذیر تھے، اگر چہ یہ بھی ثابت نہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ نائبینِ اربعہ مسلسل آپؑ کے ساتھ رابطے میں رہتے۔ اور اُن کی رہائش عراق اور بالخصوص بغداد میں تھی۔ اُن کا لوگوں کے خطوط و مسائل لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچانے اور امامؑ سے اُن کے جوابات لے کر لوگوں کو دینے سے یہ فرض کی جا سکتا ہے کہ آپؑ کی رہائش اُن کے نزدیک ہی کہیں تھی۔ جس کی وجہ سے نائبین کی آپؑ کے ساتھ ملاقات بآسانی ہوتی رہتی۔ اِسی لیے آپؑ کی جائے سکونت کا علم صرف نائبینِ اربعہ کو تھا۔ کسی اور کو اِس بارے میں کچھ خبر نہ تھی۔

چنانچہ بحار الانوار میں اسحاق بن عمار سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے سنا، آپؑ نے ارشاد فرمایا:

للقائم غیبتان، احداهما طویلة والأخری قصیرة، فالأولی یعلم بمکانه فیها خاصّة من شیعته، والأخری لا یعلم بمکانه فیها إلّا خاصّة موالیه فی دینه

قائمؑ کے لیے دو قسم کی غیبت ہوگی۔ ایک طویل اور دوسری مختصر۔ پہلی غیبت میں آپؑ کی رہائش کا علم آپؑ کے شیعوں میں سے کچھ خاص افراد کے پاس ہوگا۔ جبکہ دوسری غیبت میں آپؑ کی سکونت کا علم صرف آپکے خاص دینی موالیوں کو ہوگا۔

غیبتِ کبریٰ کا زمانہ

غیبتِ کبریٰ کے زمانے میں بھی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سکونت کا علم کسی کو نہیں ہے۔ کیونکہ آپؑ کی جائے رہائش کا پتہ ہونا مفہومِ غیبت کے منافی ہے۔ جیسا کہ اُوپر امام صادق علیہ السلام کی حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

جب جنا ابراہیم بن مہزیارؒ کو آپؑ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو آپؑ نے اپنی سکونت کے مخفی ہونے کی علت بیان فرمائی۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

إنّ أبی عهد إلیّ أن لا أوطّن من الأرض إلّا أخفاها وأقصاها، إسراراً لأمری، وتحصیناً لمحلّی، لمکائد أهل الضلال والمَرَدَة

''میرے باباؑ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ مخفی اور دور افتادہ جگہ کو اپنا وطن بناؤں۔ تاکہ میرا معاملہ راز میں رہے اور میرا مقام اہلِ ضلال و بغاوت کی چالوں اور مکاریوں سے بچا رہے۔'' (کمال الدین: 2/ 445)

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اِسی کرۂ ارضی پر سکونت پذیر ہیں۔ لیکن آپؑ کی رہائش اور جائے سکونت کا علم صرف اُنہی خواص کے پاس ہے جو آپؑ کی خدمت پر مامور ہیں۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے:

لا یطلع علی موضعه أحد من ولده ولا غیره إلّا المولی الذی یلی أمره

قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کی جائے سکونت کا علم اُن اولاد یا کسی دوسرے شخص کو نہ ہوگا۔ سوائے اُن خواص کے کہ جو آپؑ کے اُمور کی بجا آوری پر مامور ہوں گے۔

علاوہ بریں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی بعض روایات میں اندرون و بیرونِ مدینہ کے کچھ علاقوں کی

طرف بھی اِشارہ کیا گیا ہے۔ جیسے طیبہ، جبل رضوی اور جبل طوی وغیرہ۔

ظہور کا زمانہ

جہاں تک ظہور کے زمانے میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی رہائش کا تعلق ہے۔ تو اُس عرصہ میں آپؑ کوفہ کے قریب ایک مسجد میں قیام پذیر ہوں گے کہ جسے ''مسجدِ سہلہ'' کہا جاتا ہے۔ اِس مسجد میں دسیوں ہزار نبیوںؑ نے نمازیں پڑھی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوبصیرؒ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

يا أبا محمّد، كأنّي أرى نزول القائم في السهلة بأهله وعياله. قلت: يكون منزله؟ قال: نعم، هو منزل إدريس عليه السلام، وما بعث الله نبيّاً إلّا وقد صلّى فيه، والمقيم فيه كالمقيم في فسطاط رسول الله صلى الله عليه وآله، وما من مؤمن ولا مؤمنة إلّا وقلبه يحنّ إليه، وما من يوم ولا ليلة إلّا والملائكة يأوون إلى هذا المسجد، يعبدون الله فيه.

يا أبا محمّد، أما إنّي لو كنت بالقرب منكم ما صلّيت صلاة إلّا فيه، ثمّ إذا قام قائمنا انتقم الله لرسوله ولنا أجمعين

اے ابومحمدؒ! گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ قائم عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مسجدِ سہلہ میں نزولِ اِجلال فرما رہے ہیں۔

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے عرض کی کہ کیا مسجد اُن کا گھر ہوگی۔

تو امامؑ نے فرمایا: جی ہاں، وہ درحقیقت حضرت ادریس علیہ السلام کا گھر ہے۔ خدا نے جو بھی نبی مبعوث کیا اُس نے وہاں نماز ادا کی ہے۔ وہاں رہنے والا ایسے ہے کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے میں موجود ہو۔ ہر مومن و مومنہ کا دل اُس کی طرف کھنچتا ہے۔ ہر روز و شب میں فرشتے اُس مسجد میں جا کر ٹھہرتے ہیں اور خدا کی عبادت انجام دیتے ہیں۔

اے ابومحمدؒ! اگر میں وہاں تمہارے قریب رہتا تو اپنی ہر نماز اُسی مسجد میں ادا کرتا۔ جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا۔ تو خدا (اُن کے ذریعہ) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم سب کا انتقام لے گا۔ (بحار الانوار: ۵۲ / ۳۱۷)۔

❋❋❋

[4]

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ملاقات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف حاضر اور زندہ ہیں۔ اپنے زمانے کے لوگوں کے ساتھ مربوط ہیں۔ آپؑ اپنے چاہنے والوں، ظہور کا انتظار کرنے والوں اور ملاقات کا شوق رکھنے والوں کا خیال رکھتے ہیں۔ جو دن رات آپؑ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اُن کی باتیں اور احوال آپؑ سے مخفی نہیں اور آپؑ اُن کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ اور اُنہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ آپؑ کو بھی بے چین کرتی ہے۔ آپؑ میں یہ صفت باقی آئمہؑ کی طرح بدرجہ کمال موجود ہے۔ آپؑ مومنوں کے ساتھ خصوصی محبت، رحم دلی اور ہمدردی رکھتے ہیں۔ آپؑ بالعموم تمام نوع انسانی کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔ اور مصائب میں گھرے لوگوں کی مدد کرتے ہیں

امام مہدی علیہ السلام کے غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ کی شناخت پہ پردہ ہے۔ نہ کہ آپؑ شخصی اور جسمانی طور پر غائب ہیں۔ جیسا کہ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں:

’’میری جان کی قسم! آپؑ ایسے غائب ہیں جو ہمارے درمیان موجود ہوتے ہیں۔ میری جان کی قسم! آپؑ ایسے الگ ہیں کہ ہم سے (حقیقت میں) الگ نہیں۔‘‘

بے شک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اکثر ہمارے درمیان موجود رہتے ہیں، ہمارے ساتھ مخلوط ہوتے ہیں، ہمارے معاملات میں شریک ہوتے ہیں، ہمیں دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم بھی آپؑ سے کلام کرتے ہیں اور آپؑ کے معاملات میں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں آپؑ کو پہچان نہیں پاتے۔ آپؑ ہماری نظروں سے فرشتوں اور جنوں کی مانند پوشیدہ نہیں کہ آپؑ کو دیکھنا ممکن ہی نہ ہو اور نہ ہم آپؑ کو پہچان سکیں۔ کیونکہ روایات میں تو یہاں تک وارد ہوا ہے کہ جب امامؑ ندائے آسمانی اور خروج سفیانی کے بعد ظہور فرمائیں گے اور لوگ آپؑ کو حقیقت میں دیکھیں گے۔ تو کچھ افراد یہ کہیں گے: ’میں آپؑ سے پہلے بھی کہیں ملا ہوں‘۔ ’میں نے آپؑ کو اس سے قبل بھی دیکھا ہوا ہے‘۔ ’مجھے آپؑ کی صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے‘۔ ’لگتا ہے کہ میں نے آپؑ کے ساتھ سفر کیا ہے‘۔ ’شاید میں نے کہیں آپؑ کے پاس بیٹھ کر باتیں کی ہیں‘۔ وغیرہ۔

اگر اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں امامؑ کی زیارت ہوتی ہے اور اِس طرح آپؑ سے ملاقات ممکن ہے۔

غیبتِ کبریٰ کے زمانہ میں امام عصر علیہ السلام سے ملاقات نا صرف ممکن ہے۔ بلکہ بہت سے خواص کو یہ شرف نصیب بھی ہوا ہے۔ ہمارے بعض بزرگ علماء جیسے سید محمد مہدی بحر العلوم (قدس سرہ) امامؑ کی ملاقات سے مشرف ہوئے ہیں۔ آپ کو عراق

میں مسجدِ سہلہ میں امام زمانہؑ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔

بنابریں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت ممکن ہے۔ جو شخص امامؑ سے ملاقات کا خواہش مند ہو اُسے چاہیے کہ تقوی و پرہیز گاری اختیار کرے اور خدا کے حرام کردہ کاموں سے خود کو بچائے۔ جیسا کہ شہید الصدر ثانی نے کہا ہے۔ اِسی طرح سماحۃ المرجع شیخ یعقوبی نے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہوں سے اجتناب کرتا رہے تو اُسے امامؑ کی زیارت توفیق حاصل ہو سکتی ہے۔

شیخ مرزا حسین نوری طبرسی (1829م-1902) نے اِس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام **جنة الماوی فی ذکر من فاز بلقاء الحُجۃ علیہ السلام** تصنیف کی ہے۔ آپ نے اُس کتاب میں ایسے افراد کے 59 قصے درج کیے ہیں کہ جنہیں دورِ غیبت میں امامؑ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ واقعات اس کے علاوہ ہیں کہ جو علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں ذکر کیے ہیں۔

لیکن اِس نکتے کی طرف توجہ ضروری ہے کہ بعض اوقات کچھ لوگ دنیا کی لالچ میں آ کر اور محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے امامؑ سے ملاقات کا دعوی کر دیتے ہیں۔ جب کہ ہم سب پر واضح ہے کہ جسے امامؑ کی زیارت نصیب ہو اُسے نہ مال دنیا کی لالچ ہوتی اور نہ ہی وہ لوگوں میں نام کمانے کا خواہش مند ہوتا ہے۔

رزقنا اللہ و ایاکم لقاء الامام المنتظر

***

[5]

امامؑ سے قرب حاصل کے ذرائع

ایسا نہ ہو کہ دنیا کے کام امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ہماری توجہ ہٹا دیں۔ حالانکہ آپؑ نے ہمیں اپنا تقرب حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ آپؑ نے شیخِ مفیدؒ کے نام خط میں ارشاد فرمایا ہے:

فليعمل كل امرء منكم بما يقرب به من محبتنا، وليتجنب ما يدنيه من كراهتنا وسخطنا

تم میں سے ہر شخص کو ایسے اعمال انجام دینے چاہئیں جو اُسے ہماری محبت کے قریب کریں اور ایسے باتوں سے بچنا چاہیے جو اُسے ہماری ناراضگی وغضب کے قریب کریں۔

اِس بات میں توئی شبہ نہیں کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا قرب، قربِ خدا ہے۔ جو اُس کی رضا وخوشنودی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اُس کی رضا اُس کے احکام کی بجا آوری اور منع کردہ باتوں سے اجتناب میں منحصر ہے۔ اِسی لیے امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنی توقیعات میں اپنے شیعوں اور محبین کو فرائض واعمالِ صالحہ کی پابندی اور گناہوں و محرمات سے اجتناب کی نصیحت فرمائی ہے۔ آئمہ معصومینؑ کی روایات میں شیعوں اور حبداروں کے خصوصی تاکید وارد ہوئی ہے کہ اُنہیں اہل بیتؑ کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور تقوی و پرہیز گاری، راست گفتاری، اداءِ امانت، برادرانِ ایمانی کے ساتھ نیکی اور اُن کی مدد جیسے اچھے کاموں میں پیش پیش رہنا چاہیے۔

چنانچہ مولائے متقیان امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے: **من احبنا فليعمل بعملنا، وليستعن بالورع، فإنه افضل ما يستعان به فى امر الدنيا والآخرة** ''جو شخص ہم سے محبت کرتا ہو اُسے ہمارے جیسے اعمال انجام دینے چاہئیں اور تقوی اختیار کر کے ہماری مدد کرنی چاہیے۔ کیونکہ دنیا وآخرت میں مدد کا یہی بہترین طریقہ ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر آپؑ نے فرمایا ہے: **من احبنا فليعمل بعملنا، وليتجلبب الورع** ''جو شخص ہم سے محبت کرے تو ہمارے جیسا عمل کرنا چاہیے اور پرہیز گاری کی ردا اُوڑھ لینی چاہیے۔''

خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا سب سے اہم نکتہ ہے۔ جس کا ہمیں لحاظ رکھنا چاہیے۔ بالخصوص جب کہ ہم امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کا قرب بھی چاہتے ہیں۔ سید الساجدین امام علی زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

من اجتنب ما حرّم الله فهو من اعبد الناس

''جو شخص خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے۔ وہ سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا ہے۔''

لہذا جو شخص محرمات سے اجتناب کر کے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ تو وہ امام زمانہ روحی فداہ کا مقرب کیوں نہیں ہوسکتا؟

امامؑ کا مقرب بنانے والے اعمال

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا قرب شرعی واجبات کی پابندی اور محرمات سے اجتناب میں پوشیدہ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ آپؑ حامئ شریعت ہیں۔ امامؑ کی ذمہ داریوں میں سے ایک خدا کی شریعت کو ہر قسم کی کمی بیشی اور ضیاع ونقصان سے بچانا ہے۔ اِس دور میں شریعتِ الٰہیہ کے حامی امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔ خدا ہمیں شریعت کی حفاظت میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار میں شامل فرمائے۔ (آمین!)

۱۔ دعائے عہد کی تلاوت کرنا

امامِ عصرؑ کا قرب حاصل کرنے کے اہم ترین اعمال میں سے ایک عمل ہر صبح دعائے عہد تلاوت کرنا ہے۔ جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

۲۔ زیارتِ عاشورہ، زیارت آل یسین اور امامؑ کی نیابت میں صدقہ دینا

اِسی طرح روزانہ، یا ہفتہ میں ایک دفعہ زیارتِ عاشورہ اور زیارت آل یاسین تلاوت کرنا، امامؑ کی طرف سے اور آپؑ کی سلامتی کے لیے کم از کم ہر جمعہ حسبِ استطاعت صدقہ کرنا اور ہمیشہ آپؑ کے حق میں دعا کرنا۔

۳۔ عقیدۂ ولایت پر ثابت قدم رہنا

ولایتِ اہل بیتؑ پر ثابت قدم رہنا بھی اُن ضروری اعمال میں سے ایک ہے۔ جو ہمیں امام زمانہ ارواحنا لہ الفداء کا مقرب بنا سکتے ہیں۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام سے وارد ہوا ہے:

من ثبت علی موالاتنا فی غیبۃ قائمنا أعطاہ اللہ أجر ألف شھید مثل شھداء بدر و أحد

جو شخص ہمارے قائم کی غیبت کے زمانے میں ہماری ولایت پر ثابت قدم رہے۔ تو خدا اُسے ایک ہزار شہیدوں کا اجر عطا کرے گا کہ جو بدر و احد کے شہداء کی مثل ہوں۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ جب اُن کا امام اُن سے غائب ہوگا۔ اُس زمانے میں ہمارے اَمر پر ثابت و باقی رہنے والوں کے لیے بشارت ہے۔ اُنہیں کم سے کم جو ثواب ملے گا وہ یہ ہے کہ خلاق عالم اُنہیں مخاطب کر کے فرمائے گا:

''اے میرے بندو اور کنیزو! تم میرے پوشیدہ پر ایمان لائے اور میرے غیب کی تصدیق کی۔ سو تمہیں میری طرف

سے بہترین اجر وثواب کی بشارت ہو۔اے میرے بندو اور کنیزو! تم لوگ حق رکھتے ہو کہ میں تمہارے اعمال (واعذار) قبول کروں۔تم سے درگزر کروں۔تمہاری مغفرت کروں۔تمہیں اپنی رحمت سے سیراب کروں اور تمہاری مصیبت واضطراب دور کروں۔اگر تم نہ ہوتے تو میں سب پر اپنا عذاب نازل کرتا۔''

حضرت جابرؓ نے عرض کی: مولاؑ! اُس زمانے میں مومن کے لیے بہتری کس میں ہوگی۔تو امامؑ نے فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کرنے اور گھر میں گوشہ نشین رہنے میں۔(منتخب الانوار المضیہ ,جلد ا,صفحہ ۷۹)

انتظارِ فرج

یہ واضح ہے کہ انتظار سے مراد صرف دل میں ہی امامؑ کا منتظر رہنا نہیں۔اگرچہ یہ بھی ایک قسم کا انتظار ہے اور اِس کا بھی اجر وثواب ہوتا ہے۔لیکن اصل میں انتظارِ فرج سے مراد دورِ غیبت کے اختتام اور امامؑ کے تعجیل ظہور کے لیے عملی اقدامات کرنا ہے۔اِس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم خود اور اپنے معاشروں کو عملِ صالح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آراستہ کر کے امامؑ کی عادلانہ حکومت کے قیام کا انتظار کریں۔

مزید یہ کہ روایات میں بھی انتظارِ فرج کی تاکید کی گئی ہے۔چنانچہ ایک حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''سب سے فضیلت والا عمل فرج (ظہور امامؑ) کا انتظار کرنا ہے۔''

آیۃ اللہ الشیخ وحید خراسانی کی وصیت میں آیا ہے کہ اگر تم چاہو کہ تمہیں اِس دنیا میں عجائبات نظر آئیں اور تم دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرو تو روزانہ 50 آیات تلاوت کر کے اُن کا ثواب امامِ عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو ہدیہ کیا کرو۔(کیا ہی اچھا کہ سورۃ یٰس پڑھ کر ہدیہ کرو)، امامؑ کی نیابت میں صدقہ دو اور ہر روز امامؑ سے توسل کر کے خدا سے دعا کیا کرو۔

***

[7]

ولایت پر باقی رہنے کا مطلب

امام علی زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

من ثبت علی موالاتنا فی غیبۃ قائمنا أعطاہ اللہ أجر ألف شہید مثل شہداء بدر و أحد

''جو شخص ہمارے قائم کی غیبت میں ہماری ولایت پر باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک ہزار شہداء کا ثواب عطا کرے گا کہ جو بدر و احد کے شہداء کی مثل ہوں۔''

ولایت پر باقی رہنا' اُن اہم اُمور میں سے ایک ہے کہ جو ہمیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قریب کرتے ہیں۔ یہاں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ولایت پر باقی رہنے سے کیا مراد ہے؟

چنانچہ حضرت زرارہؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

لوگوں پر ایک ایسا زمانے آنے والا ہے کہ جب اُن کا امامؑ اُن کی نظروں سے غائب ہوگا؟

زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: پھر اُس وقت لوگ کیا کریں گے؟ تو امامؑ نے فرمایا کہ وہ جس عقیدے پر ہوں گے اُسی پر باقی رہیں گے یہاں تک کہ اُن کے لیے حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

درحقیقت زمانۂ غیبت میں ولایت پر باقی رہنا ظہورِ امامؑ کے انتظار سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا جو عقیدۂ ولایتِ اہل بیتؑ پر باقی ہیں۔ حقیقت میں وہی امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے منتظر ہیں۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انتظار کی اہمیت کے بارے میں روایات کافی تعداد میں موجود ہیں۔ جیسا کہ عصرِ غیبت میں انتظار کو سب سے زیادہ فضیلت والا عمل کہا گیا ہے۔ چنانچہ سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے اچھا عمل ظہورِ (قائمؑ) کا انتظار کرنا ہے۔ نیز آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کا سب سے افضل عمل انتظارِ فرج ہے۔

والی مشہد امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباءِ طاہرینؑ کے سلسلہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ میری اُمت کا سب سے افضل عمل خدا کی طرف سے آسودگی و کشائش کا انتظار کرنا ہے۔

بلکہ امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

المنتظر لامرنا کالمتشحّط بدمہ فی سبیل اللہ

''ہمارے اَمر کا انتظار کرنے والا (اجر و ثواب کے لحاظ سے) اُس شخص کی طرح ہے کہ راہِ خدا میں اپنے خون میں لت

پت ہو۔"

المختصر یہ کہ دورِغیبت میں شیعوں کی سب اہم ذمہ داری ظہورِقائمؑ کا انتظار کرنا ہے۔ جو کہ درحقیقت عقیدۂ ولایت پر باقی رہنے کا نام ہے۔

ہم روایاتِ معصومینؑ سے انتظار کا جو معنی سمجھے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دورِغیبت میں انسان ساری زندگی عقیدۂ مہدویت پر ایمان رکھے اور اہل کفر وضلال کی طرف سے ڈالے جانے والے شکوک وشبہات کو خاطر میں نہ لائے۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح وروشن ہے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف پر ایمان رکھنا عقیدۂ امامت کے ضمن کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ جس کے سلسلہ کو ختم کرنے والی ذات آپؑ ہی کی ہے۔ کیونکہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف پر ایمان نہ رکھنا عقیدۂ امامت کے منافی ہے۔ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ آئمہؑ کی امامت پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ جیسا کہ نصوصِ صحیحہ میں اِس کا ذکر بالکل واضح طور پر موجود ہے۔

لہذا انتظار جو کہ ایک مسلمان کے لیے واجب ہے۔ اُس کا مفہوم یہ ہے کہ امام منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی عادلانہ حکومت کے قیام کے لیے خودسازی اور معاشرہ سازی کے ساتھ ساتھ ولایت اور عقیدۂ مہدویت پر ثابت قدم رہا جائے۔ جب کہ دوسری طرف شکوک وشبہات پیدا کرنے والے اپنی ریشہ دانیوں میں مشغول ہوں۔ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کا انتظار ہی ولایت پر باقی رہنا ہے اور ولایت پر ثابت قدم رہنا ہی دین پر قائم رہنا ہے۔ اور یہ زمانۂ غیبت میں انسان کا سب سے افضل عمل ہے۔

***

[8]

انتظارِ ظہور

غیبتِ کبری کے زمانے کے سب سے اہم فریضہ انتظارِ ظہور ہے۔ یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

أفضل أعمال أمتي انتظار الفرج

''میری اُمت کا سب سے افضل عمل انتظارِ فرج ہے۔''

واضح رہے کہ انتظار سے مراد صرف دل میں انتظار کرنا نہیں، اگرچہ یہ بھی اِس قسم کا انتظار ہے۔ لیکن 'انتظار' سے ہماری مراد امامؑ اور آپؑ کے تعجیل ظہور کے لیے عملی اِقدامات اُٹھانا ہے۔

مثلاً جب کسان کے لیے پھل حاصل کرنے کے انتظار کی بات ہوتی ہے۔ تو اِس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ زمین کو تیار کرے اور زراعت کے متعلقہ تمام لوازمات کو پورا کرے۔ اِسی طرح جب کسی مہمان کی آمد کا انتظار کیا جاتا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اُس کی خدمت کے لیے کھانے وغیرہ کا اہتمام کرے اور اُس سے ملاقات کے لیے آمادہ رہے۔ بعینہٖ یہی مفہوم امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہورِ پرنور کے انتظار کا ہے۔ بنابریں ہمیں چاہیے کہ غیبت کے دور میں اپنی اور معاشرے کی اصلاح کریں۔ اور امر و نہی کی فضا قائم کرتے ہوئے امامؑ کی عادلانہ و منصفانہ حکومت کے قیام کا انتظار کریں۔

اِس معنی میں انتظارِ امامؑ کی تاکید رواياتِ معصومینؑ میں بھی موجود ہے۔ مثلاً حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل انتظارِ فرج ہے۔

مولا امیر المومنین علیہ السلام نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: **افضل العبادة انتظار الفرج** ''سب سے افضل عبادت انتظارِ فرج ہے۔''

امام رضا علیہ السلام نے اپنے آباءِ کرامؑ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افضل اعمال امتي انتظار الفرج ''میری امت کا سب سے فضیلت والا عمل انتظارِ فرج ہے۔''

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ انتظار عمل کا نام ہے، نہ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے کا۔ لہذا ہمیں اِس خیال سے دور رہنا چاہیے کہ ہم صرف دل میں انتظار کریں گے اور ہمیں اپنے فرائض و ذمہ داروں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ حقیقت میں انتظار کا مطلب سکون اور ایک جگہ رُک جانا نہیں۔ جیسا کہ بعض افراد کا گمان ہے۔ بلکہ اِس سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہورِ مبارک اور اِلٰہی حکومت کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ اِسی معنی کے ذریعے انبیاءؑ اور آئمہ طاہرینؑ کا آپؑ کے انتظار کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ یعنی وہ ذواتِ مقدسہؑ بھی اِس دینی اور اِسلامی حکومت کے قیام کے لیے میدان تیار کرتی رہیں۔ جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے کربلا میں مقصد بھی یہی تھا۔

اِسی لیے ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ شبِ عاشور امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحابؑ کو بشارت دی تھی کہ وہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانہ میں آپؑ کے ہمراہ پلٹ کر آئیں گے۔ گویا آپؑ اِس بات کی طرف اِشارہ کر رہے تھے کہ شہداءِ کربلا کا قیام بھی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی عادلانہ اور الٰہی حکومت کی زمینہ سازی کا حصہ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ شبِ عاشور امام عالی مقام سید الشہداء حضرت ابو عبداللہ حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے اصحابؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

... فأبشروا بالجنة، فوالله إنا نمكث ما شاء الله تعالى بعدما يجري علينا، ثم يخرجنا الله وإياكم حين يظهر قائمنا فينتقم من الظالمين، وإنا وأنتم نشاهدهم في السلاسل والأغلال وأنواع العذاب والنكال.

۔۔تمہیں جنت کی مبارک ہو۔ اللہ کی قسم! اِس جہاد کے بعد ہم کچھ عرصہ یونہی رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ قائم آلِ محمدؑ کے قیام کے وقت ہمیں اور تمہیں زمین سے نکالے گا۔ اُس وقت میں اور تم انہیں زنجیریوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا اور مختلف قسم کے عذاب وعقاب میں گرفتار دیکھیں گے۔

***

[9]

علاماتِ ظہور

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی بہت سی علامات ہیں۔ جو مختلف اقسام سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض علامات کا معنی اور مقصود واضح ہے۔ جب کہ بعض کی مراد اِشارے اور کنائے میں ہے۔ شاید رمز و ابہام کا سبب زمانے کا اختلاف ہے۔ کیونکہ جب کوئی چیز ایک زمانے موجود نہ ہو تو اُس کے لیے تشبیہ و رمز کا ہی سہارا لیا جاتا ہے۔

بعض علامات عصرِ ظہور کے عمومی حالات کو بیان کرتی ہیں جب کہ یہ واضح ہے کہ ساری دنیا کے حالات عام طور پر یک لخت تبدیل نہیں ہوتے۔ بلکہ رفتہ رفتہ معاشروں میں تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ جو وسیع پیمانے پر حالات و واقعات کو متغیر کرتی ہیں۔ ثانیاً یہ علامات مکمل طور پر زمانۂ ظہور کے ساتھ مشروط نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ یہ کافی عرصہ گزرنے کے بعد ظاہر ہوں۔ اور پھر اُن کے ظاہر ہونے کے بعد امامؑ کا ظہور ہو جائے۔ اِسی طرح کچھ علامات ایسی بھی ہیں کہ جو حوادث و واقعات کی مثل ہیں۔ جو کہ ظہور سے تھوڑا عرصہ پہلے ظاہر ہوں گی۔ اور اُن کے فوراً بعد بلا فاصلہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور ہو جائے گا۔ لہذا یہ علامات ظہور کے بہت قریب عرصہ میں ظاہر ہوں گی۔

علماء کرام نے ظہور امامؑ کی علامات کو دو قسموں میں بیان کیا ہے: (۱) حتمی علامات۔ (۲) غیر حتمی علامات۔ اِن میں سے حتمی علامات کا ظہور امامؑ سے پہلے ظاہر ہونا لازمی ہے۔ جبکہ غیر حتمی علامات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ شاید وہ ظاہر نہ بھی ہوں اور امامؑ کا ظہور ہو جائے۔ یعنی امامؑ کا ظہور اُن کے رونما ہونے پر منحصر نہیں ہے۔

ظہور سے پہلے کے حالات

روایات میں کچھ علامات اور حوادث کا ذکر ملتا ہے کہ جو امامِ عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور سے پہلے رونما ہوں گے۔ ذیل میں ہم اُن میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کو الگ الگ قسم میں شمار کرتے ہیں۔

سفیانی کا خروج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے: ''ابھی اہلِ مشرق و مغرب کے درمیان فتنہ انگیزی جاری ہوگی کہ سفیانی وادیٔ یابس سے آ کر اُن پر حملہ آور ہوگا۔ حتی کہ دمشق میں پہنچ کر قیام کرے گا پھر دو لشکر روانہ کرے گا۔ ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مدینہ کی طرف۔ حتی کہ وہ شہرِ ملعون (بغداد) کے علاقے بابل میں آ کر ٹھہریں گے۔ یہاں وہ تین ہزار سے زائد افراد کو قتل کریں گے، ایک سو سے زیادہ خواتین کی ناموس لوٹیں گے اور بنی عباس کے تین سو سے زیادہ سرداروں کو مار ڈالیں گے۔ اِس کے بعد وہ کوفہ کا رُخ کر لیں گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر تم سفیانی کو دیکھو تو اُسے سب سے بڑا خبیث پاؤ گے۔ وہ زردی مائل سرخ رنگ کا ہوگا اور اُس کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔

یمانی کا خروج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفیانی، خراسانی اور یمانی کا خروج ایک ہی سال، ایک ہی ماہ

اور ایک ہی دن میں ہوگا۔ اور اُس وقت یمانی کے پرچم سے زیادہ ہدایت والا پرچم کسی کا نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ حق کی طرف دعوت دے گا۔ ایک دوسری حدیث آپؑ سے مروی ہے کہ سفیانی، یمانی اور خراسانی کا خروج ایک ہی سال، ایک ہی مہینے اور ایک ہی دن ہوگا۔ اور وہ تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے۔ اُس وقت ہر طرف جنگ ہی جنگ ہوگی۔ جو اُن کے مقابلے میں آئے اُس کے لیے ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اُن جھنڈوں میں یمانی کے جھنڈے سے زیادہ ہدایت والا پرچم کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تمہارے امامؑ کی طرف دعوت دیں گے۔ جب یمانی خروج کرے گا تو اُس وقت سب لوگوں پر اَسلحہ کی فروخت حرام ہو جائے گی۔

(الف) خراسان سے سیاہ جھنڈوں کا نکلنا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ خراسان سے بلند ہونے والے کالے جھنڈے کوفہ پہنچیں گے۔ جب امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ظاہر ہوں گے تو اُنہیں آپؑ کی بیعت کے لیے روانہ کیا جائے گا۔ مولا امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے: جب تم سنو کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکل رہے ہیں اور اُس وقت تم کسی صندوق میں بند بھی ہو۔ تو تم اُس صندوق اور اُس کے تالے کو توڑ کر نکل جانا۔ یہاں تک کہ اُن جھنڈوں کے نیچے پہنچ شہادت کے مرتبہ کو حاصل کرو۔

(ب): مقررہ مدت میں ظاہر ہونے والے حوادث

پشتِ کوفہ میں ستر نیک و صالح افراد کے ساتھ نفس زکیہ کا قتل کیا جانا۔ امام صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام اور نفس زکیہ کے قتل کیے جانے کے درمیان صرف پندرہ راتوں کا فاصلہ ہوگا۔

ج: ہولناک حوادث کا رونما ہونا

1 **بیداء کا دھنس جانا:** امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ قائم آل محمد عجل اللہ ظہورہ الشریف کے قیام کے قبل یمانی اور سفیانی کا خروج ہوگا، ایک منادی آسمان سے نداء دے گا، بیداء میں زمین نیچے دھنس جائے گی اور نفس زکیہ کا قتل ہوگا۔

2 **مشرق و مغرب کا دھنس جانا:** حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت تین مقامات پر زمین نیچے دھنسے گی: ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں۔

3 **سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:** امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (ظہورِ قائمؑ کی) حتمی علامات میں سے ہے۔

اِعلانِ ظہور

آسمانی نداء: امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان سے ایک منادی قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کے نام نامی سے نداء دے گا۔ جسے مشرق و مغرب میں موجود سب لوگ سنیں گے۔ اُس آواز کی ہیبت سویا ہوا شخص جاگ جائے گا، کھڑا شخص بیٹھ جائے گا اور بیٹھا ہوا اُٹھ کر چلنا شروع کر دے گا۔ اُس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو اُس آواز کو سن کر اُس پر لبیک کہے۔

[10]

علامات سے آگاہی کا فائدہ

یہاں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ظہور کی علامات کے متعلق باخبر رہنے کا کیا فائدہ ہے؟

تو واضح رہے کہ علاماتِ ظہور کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ جیسے زمانۂ غیبت میں مومنین کی حفاظت کرنا اور زمانے کے مشکلات وحوادث کا سامنا کرنے کے لیے تیار اور ظہور کے لیے آمادہ رہنا۔ تاکہ جو کام ضروری ہے اُس میں تاخیر نہ کی جائے اور غیبت طویل ہونے کی وجہ سے لوگوں کا حوصلہ کم نہ ہو۔

پیش آمدہ حوادث میں مومنین کی حفاظت دو جہات سے ہے:

پہلی جہت:

یہ علامات مشکلات ومصائب کی کثرت میں انسان میں امید کی کرن جگاتی ہیں۔ جب معاشرے میں فساد بہت زیادہ ہوتا ہے اور حقوق پامال کیے جاتے ہیں۔ تو انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ امامؑ کے ظہور کی ایک، یا زیادہ علامات پوری ہوگئی ہیں۔ یوں اُس کی امید تازہ ہوجاتی ہے اور اُس کے قلب وروح میں ایک اطمینان سا پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ ظلم وجور یقیناً ایک نہ ایک دن ختم ہوئے گا۔ اِس کے زوال کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں جو کہ امامؑ کے ظہور کی علامات سے ہے۔

دوسری جہت:

علاماتِ ظہور کے مطالعہ اور یہ جاننے سے کہ ظہور ظلم وفساد کی انتہاء کے بعد ہوگا۔ انسان جب بھی معاشرے میں ظلم و فساد رونما دیکھتا ہے تو اُسے زیادہ صدمہ اور مایوسی نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اُسے زمانۂ ظہور کے ذکر کردہ اَوصاف اور عمومی علامات میں سے شمار کرتا ہے۔ اور ظلم کو قربِ ظہور کا فال سمجھتا ہے۔ جہاں تک علاماتِ ظہور کے ساتھ ساتھ تیاری کا تعلق ہے۔

جب مومن علاماتِ ظہور سے ملتی جلتی کوئی علامت دیکھتا ہے تو اُس کے دل میں ظہور کے مزید قریب ہونے خوشی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور وہ ظلم وفساد کا مقابلہ کرنے کے لیے اور زیادہ فعالیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ تاکہ اُس میں امام زمانہؑ کے لشکر میں شامل ہونے کی استعداد پیدا ہوجائے۔

ظہور کی علامات کو راستے کے اطراف میں لگے ہوئے اِشاروں سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ تاکہ وہ مسافر کو منزل کے قریب پہنچنے کی جانب راہنمائی کریں۔ کیونکہ دنیا والے آپؑ کے ظہور کو دور سمجھتے ہیں، جب کہ ہم اُسے قریب جانتے ہیں۔

[11]

علاماتِ ظہور کی اشخاص وحوادث پر تطبیق

اگر علاماتِ ظہور کو بعض معین اشخاص یا کچھ خاص جگہوں اور حوادث پر منطبق کیا جائے۔ تو اِس کی حیثیت گمان سے زیادہ نہیں ہوتی اور نہ اُسے مکمل طور پر صحیح تصور کیا جاسکتا ہے۔ لہذا نہ تو اُس پر یقین کرنا ممکن ہے اور نہ ہی اُسے حقیقت سمجھ کر آگے پھیلایا جاسکتا ہے۔ اُس کا احتمالی ہونا کافی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پہلے بھی بہت سے افراد نے کچھ علامات کو افراد وحوادث پر منطبق کیا ہے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی رائے غلط ثابت ہوئی۔ مثلاً سید نعمۃ اللہ جزائری قدس سرہ نے الانوار النعمانیہ نے ذکر کیا ہے کہ علامہ مجلسی قدس سرہ صفوی حکومت کو امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کا مقدمہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''میں گویا کچھ ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جنہوں نے مشرق میں خروج کیا ہے۔ وہ حق کا مطالبہ کرتے ہیں تو اُنہیں حق نہیں دیا جاتا۔ وہ پھر مطالبہ کرتے ہیں تو بھی اُنہیں اُن کا حق نہیں دیا جاتا۔ جب وہ یہ حالت دیکھتے ہیں تو تلواریں کندھوں پہ اُٹھا لیتے ہیں۔ پھر اُنہیں اُن کے مطالبہ کی پیش کش کی جاتی ہے۔ مگر جب تک وہ قیام نہیں کر لیتے اپنے مطلوبہ حق کو قبول نہیں کرتے۔ وہ اُس حکومت کو تمہارے امامؑ کے حوالہ کر دیں گے۔ اُن کے مقتولین شہداء ہوں گے۔''

یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ مشرق سے خاندانِ صفوی کے حاکم نے ہی خروج کیا۔ اور وہ شاہ اسماعیل اعلی اللہ مقامہ ہیں۔ حدیث کے جملہ لا یدفعونہا الا الی صاحبکم سے مراد قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذاتِ گرامی ہے۔ لہذا اِس حدیث میں اِشارہ پایا جاتا ہے کہ صفویوں کی حکومت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کے قیام تک باقی رہے گی۔

اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت وہی ہوں گے جو بغیر کسی نزاع وجدال حکومت آپؑ کے سپرد کر دیں گے۔'' (بحارالانوار جلد 52 ص: 243)

اب ہمارے زمانے میں یہ پیش گوئی غلط ثابت ہو چکی ہے۔ کیونکہ صفوی دورِ حکومت ختم ہو چکا ہے اور ابھی تک امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور نہیں ہوا۔ علامہ مجلسی (قدس سرہ) کے اِس کلام پر معلق نے حاشیہ میں نہایت عمدہ الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ''یہ اِس خبر کی حدسی تاویل ہے۔ حدیث میں اِس کا کوئی شاہد موجود نہیں ہے۔ لہذا ایسی حدسی اور اندازہ پر مبنی تاویلات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ مناسب یہی ہے کہ خبر کو اُس کے ظاہر پر باقی رکھا جائے۔ خدا اور اُس کے اولیاء ہی بہتر جانتے ہیں کہ اُس کی حقیقی تاویل کیا ہے اور اُس کا مصداق کب ظاہر ہوگا۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ ہم پر واجب ہے کہ علاماتِ ظہور کو علماء کی خدمت پیش کریں اور جلدی میں اُنہیں مصادیق پر منطبق نہ کریں۔

[12]

علامات اور شرائط کے درمیان فرق

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہورِ مبارک کی شروط اور علامات میں فرق جاننا بہت ضروری ہے۔تو واضح رہے کہ شرط وہ اہم عامل ہے کہ جس پر ظہور منحصر ہے۔شرط کا امامؑ کے ظہور کے ساتھ علت و معلول اور سب و مسبب والا ربط ہے۔ یعنی جب تک شرط پوری نہ ہو ظہور مشکل ہے۔امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور مبارک کی بہت سی شرائط ہیں۔اُن میں سے چند اہم شرائط یہ ہیں:

ا۔ مصلح کا وجود: امام زمانہ کے ظہور کی شرائط کے لیے ایک ایسے مصلح اور لیڈر کا موجود ہونا بے حد ضروری ہے کہ جس میں عالمی قیادت کی جملہ صلاحتیں موجود ہوں۔اور اِن صفات کا حامل وہی ہوسکتا ہے کہ جسے خداوند متعال خود اِس عظیم مقصد کے لیے منتخب فرمائے۔ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو اور اُسے از جانبِ خدا مشخص کیا جائے۔یہ صفات بدرجہ اتم امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی ذاتِ گرامی میں ہی پائی جاتی ہیں۔

۲۔ انصار کی موجودگی۔ ظہور امامؑ کے لیے اِس شرط کا پورا ہونا بھی ضروری ہے۔کیونکہ امامؑ کا ظہور ایک خاص مقدار میں انصار کی موجودگی کے ساتھ مشروط ہے جو زندگی و موت ہر صورت پر آپؑ کی بیعت کریں۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی اِصلاحی تحریک اُسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے کہ جب اُس کا ساتھ دینے والے اور حمایت و نصرت کرنے والے افراد موجود ہوں۔لہذا ایسے انصار کا وجود امامؑ کے ظہور کی راہ ہموار کرنے کا ضامن ہوتا ہے۔

۳: ظہور کے معاون افراد کا وجود۔ اِس سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار نہیں کہ جن کی طرف اُوپر اِشارہ کیا گیا ہے۔کیونکہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انصار کی تعداد ۳۱۳ ہے۔جیسا کہ ظہور کی روایات میں واضح طور پر موجود ہے۔کیونکہ وہ تو عالمی قیادتیں ہیں کہ جو امامؑ کے انقلاب کو لے کر چلیں گی۔یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ جب کافی تعداد میں ناصرین موجود ہوں کہ جو ایک نئے انقلاب کے منتظر ہوں۔

اِسی لیے ہمارے مراجع مثلاً السید علی خامنہ ای اور مرجع شیخ محمد یعقوبی فرماتے ہیں کہ علامات میں جستجو کرنے سے زیادہ اہم ظہور کی شرائط کا اہتمام کرنا ہے۔بالخصوص جب کہ علامات میں سے کچھ حتمی اور کچھ غیر حتمی ہیں۔لہذا ہم سب پر واجب ہے کہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق امامؑ کے ظہورِ مبارک کی شرائط کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔خوشا نصیب اُس کے جسے خدا مولا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اِس کے ساتھ ساتھ ہمیں سب سے اہم اور بنیادی شرط پر بھی توجہ رکھنی چاہیے۔اور وہ ارادۂ خدا ہے۔جس میں مصلحت خداوندی کے مطابق تقدیم و تاخیر ممکن ہے۔لہذا امامؑ اِن تمام شرائط کے بعد اَمرِ الٰہی کے بھی منتظر ہوں گے تاکہ وہ آپؑ کو اِذنِ ظہور عنایت فرمائے۔اِس کے بغیر ظہور مطلقاً محال ہے۔

[13]

تعجیلِ ظہور کے اسباب

گزشتہ مباحث کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہورِ پرنور ارادۂ الٰہیہ پر منحصر ہے۔ لیکن خدا کی مشیت یہ ہے کہ امامؑ کا ظہور طبیعی اَسباب ومسببات کے نظام کے مطابق ہو، جیسا کہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے۔ ہمارے علماء وبزرگان نے اِس موضوع پر سیر حاصل ابحاث کی ہیں۔

اب جب کہ امامؑ کا ظہورِ پرنور اَسباب ومسببات کے نظام کے موافق ہوگا۔ تو بدیہی ہے کہ آپؑ کے ظہور کی شرائط پوری ہو جائیں۔ لہذا اُن شرائط کو پورا کرنے کے لیے عملی اِقدامات اُٹھانا امامؑ کے ظہور کی تعجیل میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے: **یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمھدی**

''مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے اور امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی راہ ہموار کریں گے۔''

وہ اپنے سنجیدہ اور مخلصانہ اعمال کی صورت میں امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے اسباب فراہم کریں گے۔

جب ہم روایات اور نصوص شرعیہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اُن سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ غیبتِ کبریٰ کے دور میں یہ درست نہیں کہ ہم گھر کے گوشے میں سکون سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں اور اپنی دینی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر کے اُمت مسلمہ کی مصلحت کے وہ کام بھی انجام نہ دیں کہ جو ہمارے بس میں ہیں۔

بلکہ اِس دور میں ہمارے کچھ بنیادی فرائض ہیں جنہیں پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم اُن ذمہ داریوں کا خلاصہ یوں کر سکتے ہیں:

1 خدا کی اطاعت اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ وترویج:

امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے روایت ہے:

''۔۔خدا ہمارے شیعوں کو اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ اگر وہ پورے قلبی رجحان کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے تو ہماری ملاقات کی سعادت سے محروم نہ رہتے۔ اور حقیقی وسچی معرفت کے ساتھ اُنہیں ہماری ملاقات وزیارت توفیق جلد نصیب ہوتی۔۔''

2 امت کو مطلوبہ شکل میں متحد ومنظم بنانا:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ آپؑ کے پوتے امام مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کس حالت میں خروج فرمائیں گے۔

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں: **ما یخرج إلا فی أولی قوّة**

''امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اہل قوت وطاقت افراد میں ہی خروج کریں گے۔''

قوت کے دو پہلو ہوتے ہیں: (۱) مادی۔ (۲) قلبی۔

مادی قوت اَسباب و وسائل اور استعدادات کو جمع کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امامؑ کے ظہور سے پہلے بہت قوی حرکت سامنے آئے گی۔

جب کہ قلبی قوت سے مراد ارادہ اور مشکلات و مصائب کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں اصحابِ امامؑ کے اوصاف کے بیان میں آیا ہے:

إنَّ قلب رجل منهم أشدّ من زبر الحديد لو مرُّوا بالجبال الحديد لتدكّدكت، لا يكفُّون سيوفهم حتى يرضى الله عزَّ وجلَّ

''اُن میں سے ہر شخص کا دل لوہے کی چادر سے بھی زیادہ مضبوط ہوگا۔ اگر وہ لوہے کے پہاڑ پر سے گزریں گے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اور وہ یونہی تلواریں چلاتے جائیں گے یہاں کہ خدا کی رضا کو پالیں۔''

3 دعا کرنا: روایات میں وارد ہوا ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ غیبتِ کبری کے دور میں دعا کی بے حد ضرورت ہے۔ حتی کہ خود امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف نے ہمیں اپنے ظہور کے لیے کثرت کے ساتھ دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں: أكثروا الدعاء بتعجيل الفرج فإن ذلك فرَجكم (بحارالانوار: جلد53 ص181)

کثرت کے ساتھ تعجیل فرج کی دعا کیا کرو کہ اِس میں تمہارے لیے بھی آسودگی ہے۔

***

[14]

حقوقِ شرعیہ کی عدم ادائیگی اور ظہور میں تاخیر

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے شیخ مفید علیہ الرحمۃ کو شوال 412ھ میں دوسرا خط ارسال فرمایا۔ اُس میں آپؑ نے ارشاد فرمایا:

إنه من أتقى ربه من إخوانك فى الدين واخرج مما عليه إلى مُستحقيه كان آمناً من الفتنة المُبطلة ومحنها المظلمة المضلّة ومن بخب منهم بما أعاده الله من نعمته على من أمره بصلته فإنه يكون خاسراً بذلك لأولاه وآخرته.

ولو أنّ أشياعنا. وفّقهم الله لطاعته. على اجتماع من القلوب فى الوفاء بالعهد عليهم؛ لما تأخّر عنهم اليُمن بلقائنا، ولتعجّلت لهم السعادة بمشاهدتنا على حق المعرفة وصدقها منهم بنا، فما يحبسنا عنهم إلا ما يتّصل بنا مما نكرهه ولا نؤثره منهم.

”بے شک تمہارے برادرانِ دینی میں سے جو بھی خوفِ خدا اختیار کرے اور اپنے اوپر واجب حق مستحقین تک پہنچا دے۔ تو وہ باطل فتنے اور اُس کی تاریک و گمراہ کن آزمائشوں سے محفوظ رہے گا۔ اور جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں بخل کرے اور اُنہیں اُن مستحق افراد پر صرف نہ کرے کہ جن کے ساتھ صلہ و نیکی کا خدا نے حکم دیا ہے۔ تو وہ اپنے اِس عمل سے دنیا و آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔

خدا ہمارے شیعوں کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا کرے! اگر وہ پوری قلبی وابستگی کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے تو ہماری ملاقات کی سعادت سے محروم نہ رہتے اور اُنہیں حقیقی و سچی معرفت کے ساتھ ہماری زیارت کا شرف مل جاتا۔ ہمیں اُن کے وہی اعمال اُن سے دور کرتے ہیں کہ جو ہمارے پاس پہنچتے ہیں تو ہمیں ناگوار گزرتے ہیں اور ہم اُن کی نسبت وہ اعمال پسند نہیں کرتے۔“

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے مکتوبِ گرامی میں کچھ اسباب کی طرف اِشارہ کیا ہے کہ جن کی وجہ سے شیعہ آپؑ کی زیارت و ملاقات کے شرف سے محروم ہیں۔ آپؑ نے اُن اہم اسباب میں سے ایک سبب حقوق شرعیہ اور واجباتِ مالیہ کی عدم ادائیگی بیان فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اَموال میں واجب کیے ہیں اور اُن کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مستحقین تک اُن کے حقوق پہنچائیں۔ امامؑ نے حقوق شرعیہ کی عدم ادائیگی کے دو نقصانات بیان فرمائے ہیں:

1 آپؑ کے ظہور میں تاخیر ہونا۔

2 گمراہ کن فتنوں کا شکار ہو جانا۔

کیونکہ گمراہی کے پرچم بہت زیادہ ہیں اور اُن کے نشانات ایسے افراد کو شبہ میں ڈال دیں گے۔ پھر وہ گمراہ ہو کر حق و باطل میں تمیز نہ کر پائیں گے۔ نتیجتاً وہ نہ جان پائیں گے کہ اُنہوں نے کس کی اتباع کرنی ہے۔

''حقوقِ شرعیہ''

حقوقِ شرعیہ سے مراد وہ اَموال ہیں کہ جو مکلف مختلف عناوین جیسے خمس، زکوٰۃ، کفارات، ردِ مظالم اور نذر و وقف وغیرہ کی صورت میں ادا کرتا ہے۔ بعض مکلفین یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خمس و زکوٰۃ کا مال حاکمِ شرعی یا اُس کے وکیل کو دینا واجب ہے۔

اہل سنت کے برخلاف شیعہ فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ حاکمِ شرعی، یا اُس کا نائب ہی حقوقِ شرعیہ کے اَموال میں تصرف کر سکتے ہیں۔ امام معصوم علیہ السلام کے زمانے میں کسی دوسرے شخص کے لیے مذکورہ اَموال میں امامؑ کے اِذن کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن امامؑ کی غیبت کے دور میں اِن اَموال کو صرف کرنے کا اختیار عادل فقہاء کے پاس ہے۔ حقوقِ شرعیہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا حق ہیں۔ غیبت کے دور میں فقہاء آپؑ کے اِذن سے مذکورہ اَموال کو لے کر اُن کے شرعی موارد میں صرف کرتے ہیں۔

***

[15]

دورِ غیبت میں علماء کا کردار

علماء کی ذمہ داری سب سے اہم ہے۔ کیونکہ وہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علوم ومعارفِ اسلامی کی تبلیغ وترویج کے ذریعہ خدا کی معرفت کراتے ہیں۔ علماء کا کردار صرف تبلیغ اور وعظ ونصیحت کرنے میں ہی منحصر نہیں۔ بلکہ وہ لوگوں کو مسلکِ الٰہی سے انحراف کرنے سے بچاتے ہیں اور خدا کی طرف پہنچانے والے باب کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ جو کہ محمد وآل محمدؐ کا دروازہ ہے۔ لہذا دین واِسلام کے انصار مہیا کرنے میں علماء کا کردار کلیدی اور نہایت ہی اہم ہے۔

اِس جہت سے علماء بھی خدا کی طرف پہنچانے والا اور اُس تک لے جانے والا دروازہ شمار ہوتے ہیں۔ جو اُن کے پاس جائے گا وہ نجات پا جائے گا۔ اور جو اُن سے دور رہے گا وہ غرق ہوجائے گا اور ہلاکت کا شکار ہوگا۔ کیونکہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیتؑ کے چشمۂ علم سے سیرابی پائی ہے۔ اور اُن ذواتِ مقدسہؑ کے سنن وآثار کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا ہے۔ لہذا علماء ہی لوگوں کی کشتیٔ نجات کی جانب راہنمائی کرتے ہیں۔

مولا امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

واعْلَمْ أَنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ والْأَرْضِ، حَتَّى الطَّيْرُ فِي جَوِّ السَّمَاءِ والْحُوتُ فِي الْبَحْرِ، وأَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًا بِهِ، وَفِيهِ شَرَفُ الدُّنْيَا وَالْفَوْزُ بِالْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لأَنَّ الْفُقَهَاءَ هُمُ الدُّعَاةُ إِلَى الْجِنَانِ وَالْأَدِلَّاءُ عَلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

جان لو کہ طالبِ علم کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات طلبِ مغفرت کرتی ہیں۔ حتی کہ فضائے آسمانی میں موجود پرندے اور سمندر کی مچھلیاں بھی۔ بے شک فرشتے نہایت خوشی ومحبت کے ساتھ طالب علم کے لیے پر بچھاتے ہیں۔ اِس میں دنیا کی عزت ہے۔ یہ قیامت کے دن حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ فقہاء ہی جنت کے داعی اور خدا کی معرفت کرانے والے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ بندگانِ خدا کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ میں نے کتابِ علیؑ میں پڑھا، اُس میں لکھا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ نے جاہل وبے علم افراد علم سیکھنے کا عہد نہیں لیا حتی کہ پہلے علماء سے علم سکھانے کا عہد لیا۔ کیونکہ علم، جہالت پر مقدم ہے۔''

اِسی طرح بغیر علم وبصیرت کے عمل انجام دینے والے کے متعلق امام صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

العامل علی غیر بصیرة کالسائر علی غیر الطریق، لا یزیدہ سرعة السیر إلا بعدا

''بغیر علم وبصیرت کے عمل انجام دینے والا ایسے ہے کہ جیسے وہ غلط راہ پر چل رہا ہو۔ وہ اُس راہ پر جتنا تیزی سے چلے گا (منزل) اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔''

زمانۂ غیبت میں ہم علماء کے کردار کو درج ذیل چار بنیادی نکات میں بیان کر سکتے ہیں:

1 لوگوں کو دینی علوم ومعارف، احکام شرعیہ، عقائد اور اخلاقی اقدار سے روشناس کرانا۔

2 لوگوں کو برائیوں سے روکنا، اچھے اعمال انجام دینے کی ترغیب دلانا اور شریعتِ اِسلامیہ کی پابندی کی تلقین کرنا۔

3 بدعات کا مقابلہ کرنا، تاکہ دین اور اِسلامی معاشرے میں غلط نظریات کے پھیلاؤ کا سد باب کیا جا سکے۔ اور عامۃ الناس کو ہر قسم کے انحراف سے بچانے کا اہتمام کیا جائے۔

4 عادلانہ نظام حکومت کے قیام کے لیے جد و جہد اور عصرِ غیبت میں ولایتِ فقہاء کے ذریعہ شہروں اور بندگانِ خدا کے اُمور کی نگرانی کرنا اور ظلم وظالموں کا مقابلہ کرنا۔

یہ جملہ اُمور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور، آپؑ کے خالص وثابت قدم رہنے والے انصار کو مہیا کرنے کا پیش خیمہ ہیں۔ اِس لیے لوگوں پر واجب ہے کہ ایسے باتقوی علماء کی اتباع کریں۔ جو خدا کے لیے کام کرتے ہیں اور دینِ خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اُن کی اتباع اُن اہم اُمور میں سے ہے کہ جو امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

***

[16]

دورِ غیبت میں فقہاء کی نیابت عامہ

سن 10 ھ روزِ غدیر مولا امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کا اعلان اُمتِ اِسلامیہ کی حیات کے اہم تاریخی واقعات میں سے ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیرِ خم کے مقام پر قیام کیا۔ اور لوگوں پر بحکم خدا مولا امیر المومنینؑ کو حاکم اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ یوں شریعتِ الٰہیہ کو امامت کے ذریعہ تحفظ ملا کہ جیسے نبوت کو اِمامت کے ذریعہ محفوظ کیا گیا تھا۔ کیونکہ خدا کی شان اِس سے بالاتر ہے کہ لوگوں کو بغیر حجت و ہادی کے چھوڑ دے۔ جو ہدایت کی جانب اُن کی راہنمائی کرے اور اُنہیں شیطانی حربوں سے نجات دلائے۔

غیبتِ صغریٰ میں بھی یہ نظام اِسی طرح جاری و ساری رہا اور امامت کے نظام خلل واقع نہیں ہوا۔ امامِ زمانہؑ اپنے چار سفراء کے واسطہ سے لوگوں کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے اور اُن کی ضروریات و حوائج کو پورا فرماتے تھے۔ وہ صرف چار افراد تھے اور اُنہیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے خود منتخب فرمایا تھا۔ اُن کے علاوہ کسی طریقہ سے امامؑ سے رابطہ ممکن نہیں تھا۔ وہ لوگوں کے مسائل لکھ کر امامؑ کی خدمت میں پیش کرتے اور امامؑ سے اُن کے جوابات لے کر دیتے۔ غیبتِ کبریٰ کا دور شروع ہونے سے قبل امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنے شیعوں کو رواۃِ حدیث کی طرف رجوع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہوا: ''پیش آنے والے مسائل میں ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو۔ بے شک وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں اللہ کی حجت ہوں۔''

یہاں حدیث کے راویوں سے مراد وہ فقہاء ہیں جو اپنی زندگیاں قرآن کریم کے کلمات اور اہل بیت علیہم السلام کے فرامین میں تحقیق اور اُن سے احکام شرعیہ استنباط کرنے میں صرف کر دیتے ہیں۔ جن کا روایات میں اِس طرح سے ذکر آیا ہے کہ فقہاء میں سے جو شخص خود کو گناہوں سے بچانے والا، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا، ہوائے نفس کی مخالفت کرنے والا اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو۔ تو لوگوں کو چاہیے کہ اُس کی تقلید کریں۔ اِسے ''نیابتِ عامہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک جامع الشرائط فقیہ اُمت کی قیادت اور زمین پر حکمِ الٰہی کے نفاذ کے لیے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نائب ہوتا ہے۔ اِسی نیابتِ عامہ کے ذریعہ زمانہ غیبت میں نبوت و امامت کے آثار کے ساتھ ساتھ شیعت کا تحفظ ممکن ہوا۔ جب ہم فقہاء کی ذمہ داریوں پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ امامؑ کی نیابت میں کئی ایک فرائض سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ معصوم نہیں، کیونکہ معصوم فقط چودہ ہستیاں ہیں۔ اِسی طرح وہ امام بھی نہیں، کیونکہ امام صرف بارہ ہیں۔

اِس اعتبار سے ولایت کے اُمور علماء و فقہاء کے ذریعہ انجام پاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مولا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اِذنِ ظہور عنایت فرما دے۔

امامت کا تسلسل اور ولایت فقہاء

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے صاحبانِ اَمر کی۔“ سورۃ النساء: ۵۹

ولایت کا معنی سلطنت، اقتدار اور حاکمیت ہے۔

سورۃ مائدہ میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

بے شک تمہارا ولی اللہ ہے، اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور وہ ایمان والے ہیں کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور جو اللہ، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو اپنا ولی بنائے تو بے شک خدا کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے۔ (سورۃ المائدہ)

یہ آیتِ کریمہ بیان کرتی ہے کہ حقیقت میں ولایت خدا کے پاس ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہی انسان کو خلق کیا اور اُسے زمین پر سکونت عطا کی۔ اور ہر اَمر کی بازگشت اُسی کی طرف ہے۔

یہ ولایتِ الٰہیہ ولایت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئی۔ جس کے معنی کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا: اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کی جانوں پر اُن سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومن کی جان پر اُس سے اَولی بالتصرف ہونے کا معنی ہے کہ آپؐ انسان کی جملہ صلاحیتوں پر زیادہ تصرف کا حق رکھتے ہیں کہ جن کا انسان مالک ہوتا ہے۔ لہذا آپؐ تمام اجتماعی مسائل، فیصلہ سازی اور حکومتی و دیگر اُمور میں زیادہ کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور آپؐ کا ارادہ و فرمان ہر مومن کے ارادہ ورائے پر مقدم ہیں۔ یہی وہ ولایت ہے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی اور اپنے بعد اس کا بارہ آئمہؑ میں منحصر ہونا بیان فرمایا۔ اِس سلسلہ میں سب سے اہم حدیثِ غدیرِ خم ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا امیر المومنین علیہ السلام کے دستِ مبارک کو بلند کر کے اَصحاب سے پوچھا: کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟ تو صحابہؓ نے اقرار کیا: ہاں، کیوں نہیں، یا رسول اللہؐ! تو آپؐ نے بلافصل فرمایا: جس جس

کا میں مولا ہوں اُس اُس کے علیؑ مولا ہیں۔
امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ غیبت میں ولایتِ فقیہ، ولایتِ معصومؑ کا تسلسل ہے۔ تاکہ معاشرتی، سیاسی اور دیگر ضروری جہات میں موجود خلا کو پر کیا جا سکے۔
لہذا ولایتِ فقیہ سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نیابت میں اُمت کی قیادت کرنا اور زمین پر احکامِ الٰہیہ کو نافذ کرنا ہے۔ یہ امام کے نور کی ہی ایک کرن اور شجرۂ طیبہ کی ایک شاخ ہے۔ اِس لیے اِس کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ ولایت فقیہ سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانے جامع شرائط مجتہد کی حاکمیت ہے۔

فقیہ کی ذمہ داریاں اور اُس کی ولایت کے مراتب:

علماءِ اعلام نے جامع الشرائط فقیہ کی درج ذیل تین ذمہ داریاں ذکر کی ہیں:
1 **افتاء:** یعنی مکلفین کو پیش آنے والا مسائل کے بارے میں استنباط کے رائج طریقہ کار سے حکمِ شرعی نکال کر پیش کرنا۔
2 **قضاوت:** یعنی نزاعات و اختلافات کا فیصلہ کرنا اور دیگر لوگوں کی فلاح کے اُمور انجام دینا۔
3 **امت کے اُمور کی نگرانی کرنا:** شیخ یعقوبی (دام ظلہ) نے اپنے رسالہ عملیہ میں اِس عنوان کے چند ایک وظائف ذکر کیے ہیں۔
جو کہ حسبِ ذیل ہیں:
ا۔ امت کے انفرادی و اجتماعی امور اور ان کے مصالح کا لحاظ رکھنا، اُنکی مشکلات حل کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا۔
۲۔ امت کے حقوق کا دینی، اقتصادی، سیاسی، فکری، اخلاقی اور اجتماعی غرض ہر حوالے سے دفاع کرنا۔
۳۔ امت کی وحدت کی حفاظت کرنا اور اُس کے شرف و کرامت کو بحال رکھنا۔
۴۔ کمال کی جانب اُس کی راہنمائی کرنا اور اُسے ایسی راہ پر چلانا کہ جس سے اُسے دنیا و آخرت دونوں کی سعادت مندی نصیب ہو سکے۔
۵۔ ظلم، فساد اور انحراف کے مقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جانا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا۔
۶۔ لوگوں کے اجتماعی نظام کی حفاظت کے لیے اقدامات اٹھانا۔
۷۔ معاشرے کے ان اُمور کی ذمہ داری سنبھالنا کہ جن کی ادائیگی میں لا پرواہی کرنا جائز نہیں۔ جیسے نماز جمعہ قائم کرنا، فوج کو منظم کرنا، اموال عامہ کے مصارف و مستحقین کو معین کرنا، اور قدرتی وسائل اور اراضی عامہ سے استفادہ کرنے میں عدالت کو پیش نظر رکھنا۔
۸۔ شبہاتِ موضوعیہ کی تشخیص میں اپنا نکتۂ نظر بیان کرنا۔ کہ جو مفتی کے فرائض میں شامل نہیں۔ بلکہ یہ قائد اور امت کے ولی امر کی ذمہ داری ہے جیسے مہینوں کی ابتداء ثابت کرنا اور مسلحہ دفاع کے لیے مقدسات کی انتہاک حرمت کی بابت نکتہ

فشانی کرنا۔خلاصہ یہ کہ جب جامع شرائط فقیہ امام معصومؑ کا نائبِ عمومی ہوتا ہے تو اُسے وہ تمام ذمہ داریاں انجام دینی ہوتی ہیں کہ جو خدا کی طرف سے امامؑ پر عائد ہوتی ہیں ۔ جو کہ اُمت کے دین و دنیوی اُمور کی تدبیر سے عبارت ہیں ۔ اور شارع مقدس راضی نہیں ہوتا کہ اِن اُمور کو یونہی چھوڑ دیا جائے اور اِن سے غفلت برتی ہے ۔ اور نہ ہی یہ عقلی طور پر درست ہے ۔ کیونکہ امامؑ غیبت میں رہ کر اِن اُمور کو براہِ راست انجام نہیں دے سکتے کہ یہ مصلحتِ غیبت کے خلاف ہے ۔

ولایت ایک لطف ہے، ڈکٹیٹر شپ نہیں

اِسلام کی نگاہ میں ولایت ایک مسئولیت و ذمہ داری ہے ۔ جہاں بھی ہو اور جیسے بھی ہو۔ مثلاً باپ کی اپنی چھوٹی اَولاد پر ولایت کا مطلب اُن کی حفاظت کرنا، اُن کا خیال رکھنا اور اُن کے ساتھ لطف و مہربانی کا اظہار کرنا ہے ۔ اِسی طرح والد کو اپنی بیٹی کی تزویج میں جو ولایت دی گئی ہے ۔ اُس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اُس کی حفاظت ہو سکے ۔ وقف کی ولایت کا مطلب اُس کے اُمور کی دیکھ بھال کرنا اور اُسے ضائع و خراب ہونے بچانا ہے ۔ غائب، قاصر، سفیہ اور مجنون وغیرہ کے اَموال کی ولایت حاکمیت کا بھی یہی مطلب ہے ۔ اور ولایتِ فقیہ بھی عامۃ الناس کے مصالح اور معاشرے کو فساد و انحراف سے بچانے کا نام ہے ۔ تمام موارد میں ولایت اُن مصالح کا لحاظ رکھنے سے عبارت ہے کہ جن کے لیے فقیہ کو ولایت حاصل ہوتی ہے ۔

ولی فقیہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی ہوائے نفس، مصالح، یا ذاتی پسند نا پسند کے مطابق شرعی اَموال میں تصرف کرے ۔ بلکہ ایسا کرنے کی صورت میں اُس کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے ۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ ولایتِ شرعیہ کا ڈکٹیٹر شپ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔

❀❀❀

[18]

ولایتِ فقہاء روایات کی روشنی میں

اِس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں جن میں فقہاء کو محافظِ دین، امین اور انبیاءؑ کا وارث کہا گیا ہے۔ یہ محض القاب و تعبیرات ہی نہیں، بلکہ یہ الفاظ علماء کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیونکہ نبیؐ یا امامؑ سے بعید ہے کہ وہ بلا مقصد الفاظ کا استعمال کریں۔

1 امیر المومنین علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔''
آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کے خلفاء کون ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ کہ جو میرے بعد آئیں گے، میری حدیث و سنت کو روایت کریں گے اور میرے بعد لوگوں کو سکھائیں گے۔
اِس میں شبہ نہیں اِس حدیث کا سب سے اَولین مصداق آئمہ اَطہار علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ لیکن یہ روایت اُن افراد کو بھی شامل ہے کہ جو قرآن و روایاتِ معصومینؑ سے اِسلام کے احکام استنباط کرنے اور اُنہیں لوگوں کو سکھانے میں جد و جہد کرتے ہیں۔ نہ کہ اُن کی ذمہ داری صرف روایاتِ، تاریخ اِسلام اور احکامِ شریعت بیان کرنے کی حد ہے۔
بے شک کلمہ خلیفہ عربی زبان میں بہت وسیع معنی کا حامل ہے۔ خلیفہ کا لقب کسی شخص کے لیے اُسی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے کہ جب وہ مخلف کے فرائض و ذمہ داریوں کو انجام دے سکتا ہو۔ اور ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذمہ داری احکامِ دین کی تبلیغ اور اِسلامی حکومت و اِسلامی معاشرہ تشکیل دینا تھی۔ لہذا فقہاء بھی اِسی طرح وحی لینے کے علاوہ تمام اُمور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائبین و خلفاء ہیں۔

2 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ فقہاء رسولوںؑ کے جانشین ہیں، جب تک وہ دنیا میں نہ پڑیں۔
پوچھا گیا: یا رسول اللہؐ! اُن کے دنیا میں پڑنے سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اِس سے مراد (ظالم) حکمرانوں کی پیروی کرنا ہے۔ جب وہ ایسا کریں تو اپنے دین کے معاملے میں اُن سے بچ کر رہو۔
اِس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقہاء کو انبیاءؑ کی طرف سے مقرر کردہ جانشین بتایا ہے۔ یعنی عادل فقہاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ انبیاءؑ کے تمام فرائض کو ادا کریں۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فقہاء قوانین کے اجراء، معاشرے کی سرپرستی، احکام اِسلام کے دفاع اور قضاوت کے اُمور کے مسئول ہیں۔

3 ایک دوسری روایت میں علی بن حمزہ سے روایت ہے، اُنہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نقل کیا ہے کہ آپؑ نے عالم کی

موت سے دین کو درپیش خطرات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لأنّ المؤمنين الفقهاء حصون الإسلام كحصن سور المدينة لها

''مومنین فقہاء اِسلام کے قلعے ہیں، جیسے شہر کی بیرونی دیوار اُس کا قلعہ ہوتی ہے۔''

اِس روایت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ اسلامی عقائد و احکام کی حفاظت فقہاء کی ذمہ داری ہے۔ یہ واضح ہے کہ حکومتِ الٰہیہ کی تشکیل اور فقیہ کا معاشرے کی اُمور کی ذمہ داری لینا حرمتِ اسلام کے تحفظ کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ جو فقیہ زمامِ حکومت ہاتھ میں نہیں لیتا اور اجتماعی، قضائی اور سیاسی معاملات میں غیر سنجیدگی اختیار کرتا ہے اُسے اِسلام کا محافظ اور اسلام کا قلعہ نہیں کہا جاتا۔

یہاں ہم کچھ مزید روایات اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ جو فقیہ کے وظائف و مسئولیات اور ولایتِ فقیہ کو بیان کرتی ہیں۔

عمر بن حنظلہؒ کی روایت

جنابِ عمر بن حنظلہؒ کی مقبولہ روایت میں وارد ہوا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ہمارے دو شیعہ بھائیوں کے درمیان قرض، یا میراث کے بارے میں اختلاف ظاہر ہو اور وہ حاکمِ وقت اور قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے کر جائیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جو بھی حق، یا باطل کسی معاملہ میں اُن سے فیصلہ کرانے کے لیے جائے۔ تو یہ طاغوت (یعنی ظالم) سے فیصلہ لینے والی بات ہے۔ اُس کے لیے جو فیصلہ ہو اور وہ جو کچھ لے گا اُس کا لینا حرام ہوگا۔ کیونکہ اُس نے وہ مال طاغوت کے حکم سے لیا ہے۔ جبکہ خدا نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کہ پھر اُنہیں کیا کرنا چاہیے؟ تو امامؑ نے ارشاد فرمایا: وہ دیکھیں کہ تم میں سے جو شخص ہماری حدیثیں روایت کرتا ہو، حلال و حرم میں نظر رکھتا ہو اور ہمارے احکام کی معرفت رکھتا ہو تو اُنہیں چاہیے اُس فیصلہ سازی کا اختیار دے دیں۔ میں نے اُسے تم پر حاکم بنایا ہے۔

جب وہ (فقیہ) ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کر دے اور (فریقین میں سے کوئی) اُس کے فیصلے کو ٹھکرا دے۔ تو اُس نے خدا کے حکم کو کم تر جانا اور ہمارے فرمان کو قبول نہیں۔ ہمارے فرمان کو ٹھکرانے والا ایسے ہے کہ گویا اُس نے خدا کا فرمان ٹھکرایا ہو۔ اور یہ گناہ خدا سے شرک کرنے کے برابر ہے۔

اِس روایت کے شروع میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک کلی اور عمومی ضابطہ دیا ہے کہ جو طاغوت سے فیصلہ کرائے چاہے وہ حق پر ہو، یا نہ۔ اُس فیصلے کے نتیجے میں اُسے جو بھی ملے وہ اُس کے حرام ہے۔ یہ حکم اِسلام کے سیاسی احکام میں سے ہے جن میں مومنین کو حکامِ جور اور اُن کے قاضیوں سے فیصلہ کرانے سے منع کیا گیا ہے۔

اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قضاوت و حکومت کے معاملات حکامِ جور اور اُن جیسے افراد میں محدود ہو جائیں گے۔ اور اسلامی

قضاوت کی راہ ہموار ہو جائے گی ۔ اِس حکم کو دوسرے الفاظ میں حکامِ جور کے مقابل دفاع سلبی اور شریعتِ الٰہیہ کے مطابق حکومت وقضا کی تشکیل کی دعوت دینا کہا جاتا ہے۔اور یہ عمومی حکم ہے کہ جو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ غیبت کو بھی شامل ہے۔

روایت کے دوسرے حصے میں امام علیہ السلام سے اُمت کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ اختلاف کی صورت میں کس کی طرف رجوع کریں؟ تو امام علیہ السلام نے اُس کے جواب میں مرجع کے مشخصات بیان فرمائے کہ جو جامع الشرائط مجتہد پر صادق آتے ہیں۔ جو آپؑ کی طرف سے قضاوت وحکومت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔

یہ روایت فقہاء کے لیے منصبِ قضاوت کے ساتھ ساتھ مقامِ ولایت وقیادت کو بھی ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ امامؑ نے فرمایا: ''میں نے اُسے تم پر حاکم مقرر کرتا ہوں۔'' یعنی جامع الشرائط فقیہ کی ولایت معصومؑ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

اِسی لیے امامؑ نے ''میں مقرر کرتا ہوں'' کے الفاظ استعمال کیے۔ اگر امامؑ کی مراد صرف منصبِ قضاء ہوتا تو آپؑ ''تم پر'' کی بجائے ''تمہارے درمیان'' کے الفاظ استعمال کرتے۔ اِسی لیے امامؑ نے یہ فرمایا کہ میں اُسے تم پر حاکم بناتا ہوں تاکہ تم اپنے قضائی وحکومتی معاملات میں اُس کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ جب وہ حاکم ہے تو قضاوت بھی کر سکتا ہے۔ روایت میں اختلاف کا موضوع ذکر ہوا ہے۔ اب چاہے وہ معاملہ دین کا ہو، یا وراثت کا، یا عدلیہ اور تنازعات کے تصفیہ کا ہو۔

لیکن واضح ہے کہ امام نے ظالم حکمرانوں کے حکم کی تردید کی اور قیادت کی ذمہ داری علماء وفقہاء کے لیے بیان فرمائی۔

اِسحاق بن یعقوب کا مکاتبہ

آئمہ معصومین علیہم السلام سے ایسی روایات آئی ہیں ۔ جو غیبت کے زمانہ میں شیعوں کے فرائض و ذمہ داریوں کی وضاحت کرتی ہیں۔ انہی میں سے ایک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی توقیع ہے۔ جو آپؑ نے اسحاق بن یعقوب سے ان کے سوالوں کے جواب میں ارسال فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

وأمّا الحوادث الواقعة، فارجعوا فيها إلى رواة حديثنا، فإنّهم حجّتي عليكم، وأنا حجّة الله عليهم

''اپنے درپیش مسائل ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کریں، کیونکہ وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔''

اس روایت میں امامؑ نے درپیش مسائل میں لوگوں کی ذمہ داری کو بیان کیا اور ان سے فرمایا کہ وہ ہر انفرادی، سماجی، سیاسی یا حکومتی واقعہ میں حدیث کے راویوں یعنی فقہاء کی طرف رجوع کریں۔ شیخ انصاری کے نزدیک ظاہراً ''حوادث'' سے مراد وہ تمام امور ہیں جن میں لوگوں کو عرف، یا عقل، یا شریعت کی بنیاد پر حاکم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اِس سے مراد صرف حلال وحرام کے مسائل نہیں۔ اِس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

(الف): امامؑ نے لوگوں کو اصل حوادث کے بارے میں فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان کے

احکام۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ" واقعات کے احکام میں فقہاء کی طرف رجوع کرو" تا کہ ہم کہہ سکیں کہ فقہاء صرف حلال وحرام بیان کرنے اور فتوی دینے کی حد تک تو حجت ہیں مگر سیاسی اور معاشرتی اُمور کا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ اِسی لیے امامؑ نے فرمایا کہ پیش آمدہ حوادث میں فقہاء کی طرف رجوع کرو۔

(ب): امامؑ کے اس فرمان یعنی وہ تم پر میری حجت ہیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی طرف سے اُن اُمور کی ذمہ سونپی گئی ہے کہ جو امامت وقیادت سے متعلق ہیں۔ اگر فقہاء کی ذمہ داری صرف دینی احکام بیان کرنا ہوتی تو مناسب تھا کہ امامؑ اِس جملے کی جگہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی حجتیں ہیں۔ اُنہیں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حجتیں کہنے کا مطلب جب ہی صحیح ہوسکتا ہے کہ جب اُن کی ذمہ داری امامؑ کی نیابت میں امامؑ کے اُمور کو انجام دینا ہو۔

(ج): حلال وحرام کے مسائل میں تو فقہاء کی طرف رجوع کرنا تو عام رائج اور بدیہات اِسلام میں سے ہے۔ یہ اُن اجتماعی اور سیاسی مسائل سے ہٹ کر ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق مسلمانوں کے عمومی مصالح سے ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اُس کا معاملہ فقہاء کے لیے مشکل ہوجاتا، جبکہ اُن کے بارے سوال کیا جانا طبعی ہے۔ اِسی لیے امامؑ نے اُن کی ذمہ داری بھی علماء و فقہاء پر عائد کی۔ اور مسلمانوں کو اُن کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔

***

[19]

عصرِ ظہور کی قربت

ظہور کتنا جلدی ہونا چاہیے؟ یہ ہمارے ارادے کے ساتھ مربوط ہے اور اِس کی ذمہ داری ہمیں دی گئی ہے۔ہم جس قدر تیزی کے ساتھ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں گے۔تو امامؑ کا ظہور بھی اُسی تیزی اور سرعت کے ساتھ ہوگا۔مثلاً عراق اور دیگر ممالک میں جن شہداء نے اِسلام اور مقدساتِ دینیہ کے لیے اپنی جانیں قربان کی ہیں ۔وہ روزِ ظہور کے وقت سے قریب ہو چکے ہیں۔

اسلام اور مقدسات کی راہ میں قربانیاں دینے والی اِس عظیم نسل نے اپنی قربانیوں کے ذریعے اس دن کو ہمارے قریب لانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔اسی طرح ہم بھی نیک کاموں میں جلدی، اپنی روحانی اصلاح اور جدوجہد کے ذریعہ یومِ موعود کو قریب کرنے سبب بن سکتے ہیں۔

ہم جتنی زیادہ محنت کریں گے اور علم، اخلاق، اور خوبیوں اور صلاحیتوں کے حصول میں جدوجہد کریں گے، اتنا ہی مستقبل ہمارے قریب آئے گا۔ممکن ہے کہ بعض افراد وہ دن اور زمانہ نہ دیکھ پائیں ،لیکن لامحالہ وہ زمانہ آ کر رہے گا۔اور اُس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

البتہ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ ہم حقیقی منتظر اُسی وقت سمجھے جائیں گے کہ جب امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کی راہ ہموار کرنے میں عملی جدوجہد کریں۔لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ امامؑ کا ظہور ہو جائے تو ہم پر واجب ہے کہ اُس کے لیے زمینہ سازی کریں۔اور یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ جب اِسلامی احکام پر عمل کریں اور اِسلام وقرآن کی حاکمیت کی طرف رجوع کریں۔

ہم جو اپنے زمانے کے امام (علیہ السلام) کے ظہور کے منتظر ہیں، ہمیں اپنی تمام کوششوں کو امامؑ کی ریاست کی تشکیل کی طرف موڑنا چاہیے۔ہماری پوری زندگی کا مقصد ایک ہونا چاہیے اور ہماری تمام تر جدوجہد اُسی کے لیے ہونی چاہیے۔یہاں تک کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ہم بہت چھوٹے اور بہت کم تعداد میں ہیں۔یعنی ہم خدا کے اولیاء کی حکومت کما حقہ قائم کرنے کے قابل نہیں۔تو یہ کوئی جواز نہیں کہ جس کی بنیاد پر ہم امام کے ظہور کے لیے کام کرنا ہی چھوڑ دیں۔

بلکہ جس قدر ہمارے بس میں ہو ہم پر اِس فرض کی ادائیگی واجب ہے۔ہمارے زمانے کے امامؑ عدلِ الٰہی کا مظہر ہیں اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ادعیہ وزیارات میں امامؑ کی جس صفت کا بہت زیادہ ذکر آیا، وہ عدل ہے۔روایاتِ معصومینؑ میں یہ

جملہ متواتر ملتا ہے کہ آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے کہ جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

ہمیں اپنے آپ کو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لشکر کے طور پر تیار رکھنا چاہیے۔ ایسا لشکر کہ جو دنیا میں اِستکبار، ظلم و جبر اور ہر قسم کے فساد کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ ہو۔ اِس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصلاح وتزکیہ نفس کریں، خود کو علوم آل محمدؑ سے آراستہ کریں اور تمام اُمور و معاملات نہایت باریک بینی و بصیرت کے ساتھ دیکھیں۔

ہمیں ہرگز اِس خیال میں نہیں پڑنا چاہیے کہ امام زمانہؑ ظہور فرمائیں گے۔ تو اصلاح ہو جائے گی اور آپؑ زمین پر عادلانہ نظام قائم کر دیں گے۔ لہذا آج ہم آزاد ہیں اور ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جب کہ حقیقت میں معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ اِس راہ میں جدو جہد کریں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر طرف ظلم و جور اور جھوٹ و نفاق پھیل چکا ہے۔ اور امامؑ نے انہی برائیوں کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ اِس لیے اگر ہم خود کو امامؑ کے لشکر کا حصہ سمجھتے ہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ان برائیوں سے محاربہ و جہاد کے لیے تیار رہیں۔ کیونکہ دنیا والے آپؑ کے ظہور کو بعید سمجھتے ہیں، جبکہ ہم قریب سمجھتے ہیں۔

❃❃❃

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت

یہ زمین میں آسمان کی حکومت ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ظہور تک کی تمام حکومتوں سے افضل ہے۔ اس حکومت میں خوف اَمن سے، فقر غنا سے، حزن سرور سے، جحیم نعیم سے، ظلم عدل سے، جہالت علم سے، فساد اصلاح سے، ضعف وخستگی قوت سے اور پژمردگی رونق و بہار سے بدل جائے گی۔ اُس حکومت میں تمام بھلائیاں ہوں گی اور سب کی بھلائیاں ہوں گی۔

حدیث میں آیا ہے:

وفی أیام دولته تطیب الدنیا و أهلها

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت دنیا واہل دنیا معطر ہوجائیں گے۔

وہ دور ایسا پاک ہوگا کہ اُس میں کسی قسم کی ناپاکی نہ ہوگی۔ آسودگی وخوشحالی سے بھرپور ہوگا اور فساد کا نام بھی نہ ہوگا۔ اس قدر سعادت افزوں ہوگا کہ اُس میں نحوست کا شائبہ تک نہ ہوگا۔

آپؑ کا زمانہ سب زمانوں سے افضل ہوگا، آپؑ کا زمانہ نور، علم، قدرت، سعادت، سلامتی اور معجزات کا زمانہ ہوگا۔ آپؑ کا زمانہ خیر وخوبی کا زمانہ ہوگا اور خیر وخوبی آپؑ ہی کا زمانہ ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ آپؑ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ یہ سب امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کی برکت سے اور آپؑ کی الٰہی وحکیمانہ قیادت کے زیر سایہ ہوگا۔ آپؑ کی قیادت ایسی ہوگی کہ اپنے دار الخلافہ میں رہتے ہوئے بھی تمام عواصم ومراکزِ سلطنت پر نظر رکھیں گے۔ پوری دنیا آپؑ کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہوگی۔

حضرت ابوبصیرؓ کی روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے:

إنه إذا تناهت الأمور إلی صاحب هذا الأمر، رفع الله تبارك وتعالی له كلَّ منخفض من الأرض، وخفّض له كلَّ مرتفع، حتّی تكون الدُّنیا عنده بمنزلة راحته، فأیّكم لو كانت فی راحته شعرة لم یبصرها

جب اُمور کی باگ ڈور صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کے پاس آئے گی۔ تو اللہ تعالیٰ آپؑ کے لیے زمین کی ہر نچلی سطح کو بلند اور ہر بلند سطح کو پست کر دے گا۔ یہاں تک کہ پوری دنیا آپؑ کے سامنے ہتھیلی کی مانند ہوجائے گی۔ بتاؤ، اگر تم میں

سے کسی کی ہتھیلی پر بال ہو تو کیا وہ اُسے نہیں دیکھ پائے گا؟

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت ربانی اور عالمی ہوگی۔ اور نبی خدا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اور حضرت ذوالقرنینؑ کی سلطنت سے بھی عظیم تر ہوگی۔

کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت فلسطین اور بلادِ شام پر مشتمل تھی۔ اُس میں مصر وافریقہ شامل نہ تھے اور نہ ہی وہ ہندوستان اور چین تک پہنچی تھی۔ جبکہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت نہ صرف دنیا کے تمام علاقوں پر محیط ہوگی۔ بلکہ دیگر عوالم پر قائم ہوگی۔

جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت مدت صرف نصف صدی تک تھی۔ آپؑ کی وفات کے بعد اُس میں انتشار شروع ہوگیا۔ پھر حکومت ختم ہوگئی اور قدس اور نابلس کے درمیان ایک عظیم معرکہ رونما ہوا۔ اِس کے برعکس امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت دنیا کے اختتام تک برقرار رہے گی۔ اور اُس کے بعد کوئی دوسری حکومت قائم نہیں ہوگی۔

اِسی طرح خدا نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو مملکت واقتدار عطا کیا اور وہ زمین میں سورج کے طلوع وغروب کے مقام پر بھی گئے۔ مگر اُن کی حکومت کی چرچا آسمان تک نہ پہنچا۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت کی خصوصیات

معصوم قیادت:

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت میں قیادتِ علیا ملکی، ریاستی اور آمرانہ نہیں، بلکہ امامی ہوگی۔ کیونکہ حاکمِ اعلیٰ وہ امامؑ ہوگا جو خدا کی طرف سے مقرر کردہ ہوگا۔ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اِس منصب کو بنفسِ نفیس سنبھالیں گے۔ اور دنیا کے مختلف مقامات پر اپنے مخلص اصحاب کو حاکم بنائیں گے۔ جو کہ زمین میں خدائی حاکم کہلائیں گے۔

صرف دینِ الٰہی کا نفاذ

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت میں صرف خدا کے دین کا حکم چلے گا۔ اور اُس میں دیگر مذاہب وملل کے افراد موجود نہ ہوں گے۔ جیسا کہ آج ہمارے دور میں یہی نظام چل رہا ہے۔ امام معصومؑ خود ہی شریعتِ الٰہیہ کی تبلیغ کریں گے، اُس کے احکام کا اجراء ونفاذ کریں گے اور اُس کی حمایت فرمائیں گے۔

اخلاقی اور سماجی بگاڑ کی اصلاح

اِس سے مراد دھوکہ دہی، سود، اور لین دین میں بے انصافی، اور خواتین کی بے قدری اور شراب نوشی جیسے جرائم اور دوسری اخلاقی برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ آپؑ کی حکومت کی برکت سے برائیوں کی بساط لپیٹ دے گا۔ اور لوگوں کے لیے امر بالمعروف اور معاشرے میں اُس کے قیام کا آغاز ہوجائے گا۔

عالمی حکومت

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت پوری دنیا پر محیط ہوگی۔ خدا کی طرف سے انصاف کے قیام کے لیے انسانیت سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ تمام لوگوں کے لیے پورا ہوگا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ایک گروہ اس سے محروم رہے جبکہ دوسرا گروہ فیض یاب ہو۔

ابوالجارود سے روایت ہے کہ اُنہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے درج ذیل فرمانِ خدا کی تفسیر یوں کی:

(الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ)

خدا امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اور آپؑ کے اصحاب کو زمین کے مشارق ومغارب پر حکومت عطا فرمائے گا۔ دین غالب ہو جائے گا۔ خدا آپؑ اور آپؑ کے اصحابؑ ذریعہ تمام بدعات اور باطل چیزوں کا خاتمہ کر دے گا۔ جیسے کہ احمقوں کی حماقت سچ کو ختم کر چکی ہوگی۔ ظلم کا نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ آپؑ کے اصحاب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ اور تمام اُمور کی بازگشت تو خدا ہی کی طرف ہے۔

اِسی طرح بعض احادیث میں اِشارہ ملتا ہے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی حکومت کے مقابلے میں بہت بڑی اور وسیع ہوگی۔ مولائے کائناتؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''بیشک ہماری حکومت حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی حکومت سے بڑی اور ہماری سلطنت اُن کی سلطنت سے عظیم تر ہوگی۔''

خدا کی تائید یافتہ سلطنت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وعدہ فرمایا ہے کہ وہ زمان ومکان میں حق کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ اِرشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا ساتھ دو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمائے گا۔''

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت جو آخری زمانے میں قائم ہوگی۔ وہی عدل اور دینِ الٰہی کی نصرت کا کامل ترین مصداق ہوگی۔ بلاشبہ اُسے خدا کی تائید ونصرت بھی حاصل ہوگی۔

انسان شعور کا کامل ہو جانا

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت میں ظالم اور استکباری قوتوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی کہ وہ لوگوں کی عقول پر حکومت کریں اور اُنہیں اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔ لوگوں کے شعور بلند ہو جائیں اور اذہان کی رسائی دور تک

ہوگی۔اور جملہ معاملات میں سب کی رائے ایک ہوجائے گی۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

إذا قام قائمنا وضع الله يده على رؤوس العباد، فجمع بها عقولهم، و كملت به أحلامهم

"جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا۔تو خدا لوگوں کے سروں پر اپنا دستِ قدرت رکھے گا۔جس سے اُن کی عقلیں مضبوط اور شعور کامل ہوجائے گا۔

دینِ اسلام کا احیاء

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ حکومت میں دینِ اسلام کے فراموش کردہ احکام کو حیاتِ نو ملے گی۔چنانچہ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں: کہاں ہے، دین کی تعلیمات اور اہل دین کو زندہ کرنے والا؟!

تو امام زمانہؑ اِس دین کے احکام ضائع ہونے کے بعد اُنہیں پھر سے نئی زندگی عطا کریں گے۔کیونکہ حقیقت میں اِس دین کے وارث وہ ہیں جن تعریف قرآن کریم میں اِس طرح کی گئی ہے

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ

اگر ہم اُنہیں زمین میں اختیار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں گے۔

یہ دین اُس ہستیؐ کا ہے کہ جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: خدا کے رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے ساتھ نرمی کرتے ہو۔اگر تم سخت زبان اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے اُٹھ کر چلے جاتے۔یہ دین خلق عظیم کی مالک ذاتؐ کا دین ہے۔یہ دین اُن کمزور اور مظلوم لوگوں کا دین ہے کہ جن کو خدا نے زمین کا مالک بنانے کا وعدہ دیا ہے۔چنانچہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾

اور ہم چاہتے ہیں کہ جنہیں زمین میں کمزور کر دیا گیا ہے۔اُن پر احسان کرتے ہوئے اُنہیں امام بنائیں اور اُنہی کو زمین کا مالک بنادیں۔

یہ آیتِ کریمہ بھی اِسی اَمر کی طرف اِشارہ کرتی ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

"وہ وہی ذات ہے کہ جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا تا کہ اُسے تمام اَدیان پر غالب کرے۔"

اِس آیت کی تفسیر میں مولا امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔آپؑ سے پوچھا گیا کہ کیا اُس (ظہور امامؑ) کے بعد دین غالب ہوگا؟

تو آپؑ نے فرمایا: ہاں بالکل! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ (اُسی وقت دین غالب ہوگا ۔) یہاں تک کہ ہر ہر قریہ میں صبح وشام شہادتین کی صدا بلند کی جائے گی۔

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دستِ مبارک سے عادلانہ حکومت کے قیام سے خدا کا ہدف بھی یہی ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: ۔۔۔ آپؑ لازماً خدا کے دین کو وہاں وہاں تک پہنچا دیں گے کہ جہاں جہاں تک شب (وروز) کی رسائی ہوگی۔ حتی تمام روئے زمین پر کہیں بھی شرک کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔۔

یوں امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ حکومت میں زمین کفر ونفاق سے خالص چاندی کی مانند پاک وصاف ہو جائے گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

إذا قام القائم عجل الله تعالى فرجه الشريف دعا الناس إلى الإسلام جديداً، وهداهم إلى أمرٍ قد دُثِر فضَلّ عنه الجمهور، وإنّما سُمّي القائم مهديّاً لأنّه يهدي إلى أمرٍ مضلول عنه، وسُمّي بالقائم لقيامه بالحقّ

''جب قائم آل محمدؑ قیام کریں گے تو لوگوں کو نئے سرے سے اِسلام کی دعوت دیں گے۔ اور ایسے امر کی طرف اُن کی ہدایت کریں جسے محو کر دیا گیا ہوگا۔ امام مہدیؑ کو قائم اِس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؑ ایسے امر کی طرف ہدایت کریں گے جو فراموش کر دیا گیا ہوگا اور آپؑ کو قائم اِس لیے کہا جاتا ہے کہ آپؑ کے قیام سے حق قائم ہوگا۔

یہاں ہم اِس اشتباہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگرچہ روایات میں صاف طور پر موجود ہے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف دین اسلام اور شریعتِ محمدیؐ کے علاوہ کسی نئے دین وشریعت کی دعوت نہیں دیں گے۔ اِس کے باوجود بھی اِسلام اور تشیع کے دشمن یہ پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) امام مہدیؑ اِسلام کے علاوہ کوئی اور دین لے کر آئیں گے۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ روایاتِ اہل بیتؑ کے مطابق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف وہ اِسلام پیش کریں گے کہ جسے بھلایا اور فرموش کر دیا گیا ہوگا۔ آپؑ اُسے تازگی وحیات نو عنایت کریں گے۔

راحت وآسودگی

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ حکومت میں ہر طرف آسودگی وراحت ہوگی۔ لوگ غنی اور دوسروں کی احتیاج سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ معاشرتی طبقات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور لوگوں کو ثروتیں تقسیم کرنے کے لیے عادل کی ضرورت نہیں رہے گی۔

بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دورِ حکومت میں لوگ کو نہایت آسودگی میسر ہو گی اور اُن کے رزق ومال میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

تصدّقوا، فيوشك الرجل يمشي بصدقته فيقول الّذي أُعطيها: لو جئت بها بالأمس

قبلتها و أمّا الآن فلا حاجة لی فیها، فلا یجد من یقبلها

صدقہ دیا کرو۔عن قریب انسان اپنا لے کر چلے گا اور جسے دینا چاہے گا تو وہ کہے گا: اگر تم کل شام کو میرے پاس آتے تو میں تمہارا صدقہ قبول کر لیتا۔مگراب تو مجھے اِس کی حاجت نہیں ہے۔

لہذا اُسے کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جو اُس سے صدقہ وصول کرلے۔

آپؐ سے مروی ہے:

یخرج المهدیّ فی أمّتی خمساً أو سبعاً أو تسعاً، فقیل له: أیّ شیء؟ قال: سنین، ثمّ قال: یُرسِلُ السماء علیهم مدراراً، ولا تَدَّخِرُ الأرض من نباتها شیئاً، ویکون المال کدوساً، قال: یجیء الرجل إلیه، فیقول: یا مهدیّ أعطنی أعطنی، قال: فیحثی له فی ثوبه ما استطاع أن یحمل

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف میری اُمت میں پانچ ، یا سات ، یا نو (سال) خروج کریں گے۔آپؐ سے سوال ہوا کہ اِس سے کیا مراد ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سال ۔ پھر فرمایا: (آپؑ کی حکومت میں) لوگوں پر آسمان سے بارانِ رحمت خوب جم کر برسے گی۔زمین ہر قسم کی نباتات اُگائے گی اور مال و دولت کی فراوانی ہوجائے گی۔ایک شخص امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے پاس جا کر عرض کرے گا کہ اے مہدیؑ! مجھے کچھ دیجیے تو امام مہدیؑ اُس کے کپڑے کو مال و زر اتنا بھر دیں گے کہ وہ اُٹھا نہ پائے گا۔

ایک دوسری روایت میں آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

تقیء الأرض أفلاذ کبدها، أمثَالَ الأسطوان من الذهب والفضّة، فیجیءُ القاتل فیقول: فی هذا قتلتُ، ویجیءُ القاطع فیقول: فی هذا قطعتُ رحمی، ویجیءُ السارق فیقول: فی هذا قطعت یدی، ثمّ یدَعونه فلا یأخذون منه شیئاً

”زمین اپنے اندر سے زر و جواہرات سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اُگل دے گی۔پھر قاتل آ کر کہے گا کہ اِس کی لالچ میں میں نے قتل کیا۔قطع رحمی کرنے والا آ کر کہے گا کہ اس کی خاطر میں نے قطع رحمی کی۔اور چور آ کر کہے گا: اِسی کو حاصل کرنے کے لیے میرے ہاتھ کاٹے گئے۔پھر وہ اُس مال کو یونہی چھوڑ دیں گے اور اُس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔“

عدل وانصاف

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت میں کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا۔ظلم و ناانصافی کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔اور کسی کو بھی دکھ و تکلیف کا سامنا نہ ہوگا۔

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ، زمین پر خدا کے جانشین ، انبیاءؑ کے وارث ، راہ حق کی طرف دعوت دینے والے ، عدل کو قائم رکھنے والے ، اندھیروں کو دور کرنے والے ، حق کو روشن کرنے والے اور حکمت اور سچائی کی بات کرنے والے ہیں۔آپؑ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم اور ناانصافی سے بھری ہوگی۔لوگ آپؑ کا انتظار کر رہے

ہیں تا کہ آپؑ اُنہیں پریشانیوں، تکالیف اور مصائب سے نجات دلائیں۔

آپؑ کے ہاتھوں پر آخری زمانے میں خدائی اور عادلانہ حکومت قائم ہوگی۔ تا کہ لوگ امن واطمینان سے رہیں اور ایمان وعدل کی حلاوت کومحسوس کریں۔

اسی لیے روایات واخبار میں امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانے کے معالم اور لوگوں کی فلاح وبہتری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جیسا کہ مولا امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمین امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے لیے اپنے اندر سے زرو جواہرات اُگل دے گی۔ پھر وہ تم لوگوں کو دکھائیں گے کہ کس طرح عادلانہ حکومت کرتے ہیں۔ اور کتاب وسنت کے ضائع شدہ احکام کو از سرنو زندہ کرتے ہیں۔

خلاصہ

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت میں درج ذیل خصوصیات موجود ہوں گی: بے مثال قیادت، الٰہی قانون سازی، منحرف رجحانات کا خاتمہ، بدعنوانی کا خاتمہ، پوری دنیا کے لیے ایک جامع ریاست، مطلق الٰہی حمایت، شعور کا انضمام، زندگی کی نشوونما، قدرتی قوتوں کا استعمال، مذہب کی حیات نو، فلاح وبہبود، خوشحالی، اور منصفانہ حکمرانی کی ریاست۔

***

فہرست مضامین

[1] امام مہدیؑ کا تعارف	5
[2] امامؑ کی غیبت	6
[3] امامؑ کہاں ہیں؟	8
[4] امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے ملاقات	11
[5] امامؑ سے قرب حاصل کے ذرائع	13
[6] امامؑ کا مقرب بنانے والے اعمال	14
[7] ولایت پر باقی رہنے کا مطلب	16
[8] انتظارِ ظہور	18
[9] علامات ظہور	20
[10] علامات سے آگاہی کا فائدہ	22
[11] علاماتِ ظہور کی اشخاص وحوادث پر تطبیق	23
[12] علامات اور شرائط کے درمیان فرق	24
[13] تعجیلِ ظہور کے اسباب	25
[14] حقوقِ شرعیہ کی عدم ادائیگی اور ظہور میں تاخیر	27
[15] دورِ غیبت میں علماء کا کردار	29
[16] دورِ غیبت میں فقہاء کی نیابت عامہ	31
[17] امامت کا تسلسل اور ولایت فقہاء	32
[18] ولایتِ فقہاء روایات کی روشنی میں	35
[19] عصرِ ظہور کی قربت	39
[20] امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی حکومت	41

القول المختصر
في الإمام المنتظر
مركز معارف اسلامی
www.maarefislami.com